بسم اللہ الرحمن الرحیم

اولیائے لیہ

مُصنف مہر نور محمد تھند

پبلشر

دارالکتاب کالج روڈ لیہ

نام کتاب	تذکرہ اولیائے لیہ
مصنف	مہر نور محمد تھند
کتابت	امین سہیل ملغانی، ڈی۔اے۔ای (رسول)
پبلشر	دارالکتاب کالج روڈ لیہ
ناشر	محمد اکرم مغل
تاریخ	مئی ۱۹۸۸ء
قیمت	(۶۰) ساٹھ روپے
بار اول	تعداد ایک ہزار

مطبع ________ ہمدرد پرنٹنگ پریس ملتان

انتساب
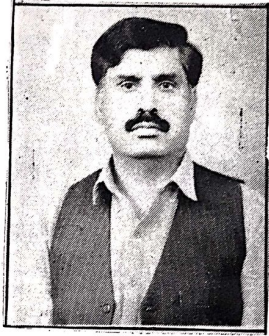
سرخیاں کیوں ڈھونڈ کر لاؤں فسانے کے لئے
بس تمہارا نام کافی ہے زمانے کے لئے

میں اپنی یہ کتاب

جناب ملک غلام حیدر تھند ایم پی اے کے

کے نام منسوب کرتا ہوں

مصنف

میں اپنے درج ذیل مہربان بزرگوں اور دوستوں کا انتہائی مشکور ہوں کہ جن کے مفید مشورے، نیک خواہشات اور دعاؤں کے سبب قدم بہ قدم آگے بڑھ کر اور لیاقت لیہ کتابی صورت میں پیش کرنے کے قابل ہوا ہوں۔

۱. جناب جام ظفر اللہ صاحب کوٹ سلطان
۲. جناب میاں الہی بخش سراتی صاحب لیہ
۳. جناب صاحبزادہ محمود الحسن صاحب سواگ شریف
۴. جناب غافل کرنالی صاحب
۵. جناب قاضی امیر عالم صاحب
۶. جناب قاضی سعد اللہ صاحب
۷. جناب فیض محمد خان شاہانی صاحب
۸. جناب محمد اکرم مغل صاحب (اسسٹنٹ لائف انشورنس)

اس کے علاوہ میں ان تمام بزرگوں اور دوستوں کا بھی مشکور ہوں جنہوں نے اس سلسلہ میں میری معلومات میں ایک بھی لفظ کا اضافہ کیا ہے۔

مُصنف
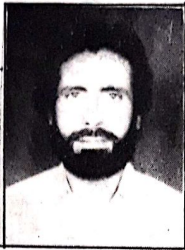
برصغیر پاک و ہند سے کفر کی تاریکیاں دور کرنے کیلئے وارثان نبوت نے جن مشکلات اور پیہم جدوجہد سے دینِ اسلام کی شمع کو فروزاں کیا اور اپنی اخلاقی تعلیمات کے باعث اونچ نیچ اور امیر غریب کے تعصب میں پھیلا معاشرے کو جس طرح بھائی بھائی بنایا وہ صرف انہی اولیائے عظام کا کام ہے لیکن آج ہم ان بزرگان دین کی عملی زندگی اور تعلیمات سے آگاہ نہیں ہیں کیونکہ ضلع لیہ کے بزرگان دین کے حالات تحریری وکتابی صورت میں یکجا نہیں ملتے۔

جناب نور محمد تھند نے برسوں کی تحقیق کے بعد ضلع لیہ کے اولیائے کرام کی سوانح حیات اور تعلیمات پر مبنی کتاب اولیائے لیہ ترتیب دے کر ایک اہم قدم اٹھایا ہے

ضرورت اس امر کی ہے کہ آج کے اس پر آشوب دور میں ان پاکباز ہستیوں کی تعلیمات کو عام کیا جائے کہ ہمارے معاشرے میں پائے جانے والے تعصبات ختم ہو جائیں اور ہم بحیثیت مسلمان اس اخوت اور بھائی چارے کا مظاہرہ کریں جس کے لئے وارثان نبوت نے اپنی زندگیاں وقف کردی تھیں۔

صاحبزادہ فیض الحسن
چیئرمین ضلع کونسل لیہ

Scanned with CamScanner

پیغام

سرزمین لیہ میں وارثانِ نبوت نے جن مشکلات اور پیہم جدوجہد سے دینِ اسلام کی شمع کو فروزاں کیا۔ اور اپنی اخلاقی تعلیمات کے باعث چھوت چھات میں مبتلا معاشرے کو جس طرح بھائی بھائی بنایا وہ صرف انہی اولیائے کرام کا کام ہے۔

لیکن ! ——— آج ہم ان بزرگانِ اسلام کی عملی زندگی اور تعلیمات سے آگاہ نہیں ہیں کیونکہ اولیائے لیہ کی سوانح حیات اور تعلیمات پر مبنی کوئی کتاب ترتیب نہیں دی گئی۔

نور محمد تھند برسوں کی تحقیق کے بعد ضلع لیہ کے ۵۰ سے زائد اولیائے کرام کے حالات و تعلیمات ترتیب دیکر کتاب "اولیائے لیہ" شائع کر رہے ہیں۔

خدا انہیں اپنے مقصد میں کامیاب کرے۔

خیر اندیش

ملک محمد شفیع ایڈووکیٹ

چیئرمین بلدیہ لیہ

پیغام

برصغیر پاک و ہند کو نورِ اسلام کی قندیلوں سے روشن کرنے کے لئے جو خدمات اولیائے کرام نے سرانجام دیں۔ وہ سلاطین کی دنیاوی قوتوں سے کہیں زیادہ تھیں۔ روحانی سلطنت کے ان حاکمان کا مقصد صرف ایک ہی تھا۔ کفر و الحاد کی بیخ کنی اور باہم اخوت و محبت کا پیدا کرنا۔

آج کفر و الحاد اور شرک کی قوتیں زور پکڑ رہی ہیں مسلمان بھی اسلامی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر مختلف، مذہبی فروعی، لسانی اور گروہی تعصبات میں مبتلا ہو کر باہم دست و گریبان ہیں اس مادی اور پُرفتن دور میں بزرگانِ اسلام کی سوانح اور تعلیمات کو اجاگر کرنا اہم ضرورت ہے تاکہ پھر باہم اخوت و محبت کے مظاہرے دیکھنے کو ملیں۔

مجھے یقین ہے کہ نور محمد تھند کی کتاب "اولیائے لیہ" اس اہم مقصد کو پورا کرنے میں معاون ثابت ہو گی۔

سرفراز الحق بیگ
ڈپٹی کمشنر لیہ

ماضی میں سرزمین لیہ تعلیم و تربیت کا ایک اہم مرکز رہا ہے یہاں بزرگان دین تشریف لائے اور اپنے حسن اخلاق کی بدولت یہاں سے کفر کی تاریکیوں کو دور فرمایا۔

لیکن

آج ہم ان کی سوانح حیات اور تعلیمات سے پوری طرح آگاہ نہیں ہیں مہر نور محمد تھند صاحب ان بزرگان دین کی تعلیمات کو اجاگر کرنے کے لئے ایک کتاب اولیائے لیہ کے نام سے ترتیب دے رہے ہیں میری دعا ہے کہ خدا انہیں اس نیک مقصد میں کامیاب کرے۔

(آمین)

مولانا محمود الرحمٰن

خطیب جامع مسجد لیہ

پیغام

آج کے اس پُرفتن دور میں دینی جذبات رکھنے والے نوجوان نا صرف قابل ستائش ہیں بلکہ قابل زیارت ہیں سرزمین لیہ ماضی میں علم اور روحانیت کا گہوارہ رہا ہے اور بہت سے اولیائے کرام نے یہاں متوطن ہو کر کفر کی تاریکیاں دور فرمائیں لیکن علمی انحطاط کے باعث آج ہم ان کی تعلیمات اور سوانح حیات نا واقف ہیں جناب نور محمد تھند لیہ کے اولیائے کرام کے حالات زندگی و تعلیمات اسلامی پر مبنی تحقیقی کتاب لکھ رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب ہمارے علم میں اضافہ کا سبب بنے گی۔ اللہ تعالی انکی اس سعی کو منظور فرمائے اور ذریعہ نجات بنائے۔

آمین ثم آمین

مفتی امام بخش اعظمی
جامعہ اسلامیہ مدینۃ العلوم (رجسٹرڈ)
عیدگاہ لیہ

پیغام
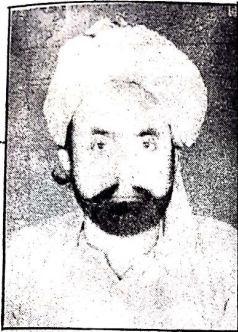
میں نے کتاب اولیائے لیہ کا مسودہ پڑھا ہے مجھے خوشی ہے کہ یہاں کی تاریخ و ثقافت اور بزرگانِ دین کی تعلیمات کو اجاگر کرنے کے لئے جناب مہر نور محمد تھند نہایت محنت اور جانفشانی سے کام کر رہے ہیں کتاب اولیائے لیہ مصنف نے بڑی محنت، تحقیق اور عمیق مطالعہ کے بعد لکھی ہے گو کہ انہیں اس راہ میں کٹھن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن قدرت کی طرف سے سرزمین لیہ میں انہیں کو شرف حاصل ہوا ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنی تحقیق و مطالعہ کو افادہ عام کے لئے شائع کر رہے ہیں۔

خدا انہیں اپنے مقاصد میں کامیاب فرمائے۔

میاں الٰہی بخش لیکھی سرائی

پیغام

مجھے یہ جان کر دلی
مسرت ہوئی ہے کہ جناب
نور محمد تھند صاحب ضلع لیہ کے اولیائے کرام، بزرگان
دین اور مشائخ عظام کے حالات زندگی، تبلیغ دین
اسلام اور ان کے روحانیت کے پرچار پر مشتمل ایک
تحقیقی اور معلوماتی کتاب مرتب کر رہے ہیں
ان کی یہ کاوش حقیقی معنوں میں دین اسلام
کی خدمت کے مترادف ہے۔

امید ہے کہ قارئین کرام خصوصاً نوجوان طبقہ
اس کتاب سے صحیح معنوں میں مستفید ہوگا۔

میری نیک خواہشات جناب نور محمد تھند صاحب
کے ساتھ ہیں میری دعا ہے کہ خدا انہیں اس
عظیم مشن میں کامیابی سے ہمکنار کرنے کی توفیق
عطا فرمائے۔

آمین!

ملک احمد علی اولکھ
ایم پی اے لیہ

فہرست مضامین اولیائے لیہؒ

نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر
۱	حرف نور	۱۴
۲	دیباچہ	۱۷
۳	حضرت سلطان حسینؒ خوارزمی	۲۷
۴	حضرت محمد لطیفؒ شاہ	۳۱
۵	حضرت حافظ مسلمؒ	۳۱
۶	حضرت حافظ مکرمؒ	۳۱
۷	حضرت محمد سالولہؒ	۳۱
۸	شاہ نوازؒ	۳۱
۹	حضرت سید سلطان علیشاہؒ	۳۲
۱۰	حضرت فتح شیرؒ	۳۵
۱۱	حضرت بابا عظمتؒ	۳۵
۱۲	حضرت مولانا وجیہہ الدینؒ محمد	۳۶
۱۳	حضرت محمد یعقوبؒ کھگہ	۳۹
۱۴	حضرت قادر شیرؒ	[illegible]
۱۵	حضرت شیخ احمدؒ قادری	۴۰
۱۶	حضرت عاشق علیؒ سلطان	۴۲
۱۷	حضرت مولانا زندہ علیؒ	۴۲
۱۸	حضرت بابا حسن شیرؒ	۴۲
۱۹	حضرت بہاؤالحق زکریاؒ	۴۳
۲۰	حضرت مخدوم عبدالرشیدؒ	۴۶
۲۱	حضرت للی لالؒ	۴۷
۲۲	حضرت حافظ حسن علی گیلانیؒ	۴۸
۲۳	حضرت ڈیڈو فقیرؒ	۵۲
۲۴	حضرت سید یوسف لعل علیینؒ	۵۳
۲۵	حضرت خواجہ غلام حسنؒ سواگ	۶۴
۲۶	حضرت حاجی شاہؒ	۷۵
۲۷	حضرت جیون جہاجؒ	۷۷
۲۸	حضرت سخی شاہ حبیبؒ	۷۹
۲۹	حضرت کھیہ شہیدؒ	۸۴
۳۰	حضرت مالا شہیدؒ	۸۴
۳۱	حضرت مسو شہیدؒ	۸۴
۳۲	حضرت شیخ کرموںؒ	۸۵
۳۳	حضرت پیر باروؒ	۸۶
۳۴	حضرت زین العابدین بخاریؒ	۹۳
۳۵	حضرت بابا نانگا فقیرؒ	۹۵
۳۶	حضرت جہان شاہ بخاریؒ	۹۶

نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر	نمبر شمار	نام	صفحہ نمبر
۳۷	حضرت شیخ جلوؒ	۹۳	۴۶	حضرت جعفر شاہ بخاریؒ	۱۲۷
۳۸	حضرت شاہ اشرف بغدادیؒ	۱۰۱	۴۷	حضرت غلام اکبر شاہؒ	۱۲۹
۳۹	حضرت خیر شاہؒ	۱۰۵	۴۸	حضرت نور احمدؒ	۱۳۱
۴۰	مائی جیونؒ	۱۰۷	۴۹	حضرت شاہ سرخرؒ	۱۳۲
۴۱	حضرت میاں عارف شہیدؒ	۱۰۸	۵۰	حضرت سید کبیر احمد شاہؒ	۱۳۴
۴۲	حضرت چمن شاہؒ	۱۱۴	۵۱	حضرت مولانا حامد علیؒ	۱۳۶
۴۳	حضرت عنایت شاہ بخاریؒ	۱۱۵	۵۲	حضرت کموں کاملؒ	۱۳۸
۴۴	پیران چھترؒ	۱۱۸	۵۳	حضرت سید محمد راجنؒ سدا بھاگ	۱۳۹
۴۵	حضرت مولانا نور محمدؒ	۱۲۱	۵۴	اولیائؒ لیئے نظم	

حرفِ نور

آج سے دو سال قبل جب "تاریخ لیہ" کتاب لکھنے کے لئے ضروری مواد اور معلومات اکھٹی کرنا شروع کیں تو معلوم ہوا کہ جس کام کو میں نے ہاتھ میں لیا ہے اس کے لئے وقت، پیسہ اور ایک ٹیم کی ضرورت ہے اور ضلع لیہ جیسے پسماندہ ضلع میں ان تینوں چیزوں کا مہیا ہونا نہ ممکن سے بھی کچھ آگے کا مرحلہ ہے۔

بندہ نے نتائج سے بے پرواہ ہو کر جنون کی حد تک کام شروع کر دیا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اپنے محدود و قلیل مالی وسائل کے باوجود اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور اس کے حبیب پاک ﷺ کے فیض روحانی اور وارثان نبوت (اولیائے اللہ) کے طفیل میں اپنے مقصد میں کامیاب رہا ہوں۔

تاریخ لیہ کے سلسلہ میں سب سے پہلے "اولیائے لیہ" پیش خدمت ہے اس میں ضلع لیہ کے اولیائے کرام کے حالات اور تعلیمات کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے کیونکہ میرا یقین ہے کہ آج کے اس دور میں زندہ رہنے کے لئے جہاں سائنسی ترقیوں کی ضرورت ہے وہاں ہمارے دلوں میں پائی جانے والی تاریکیوں اور دماغوں میں چھایا رہنے والا اندھیرا دور کرنے کے لئے دین حنیف کی تعلیمات پر عمل پیرا رہنا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ اگر ذہن اور روح کو اخلاقیات سے نہ سنوارا گیا تو ہمارے ذہنوں پر حیوانیت ظلم اور معصیت کا

قبضہ ہو جائے گا۔ جس کا مظاہرہ آج آپ ملک بھر میں ہوتا دیکھ رہے ہیں۔ وارثانِ نبوت کی تعلیمات بھی ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں کیونکہ ان وارثانِ نبوت نے اپنی زندگیاں مسلمانوں میں حسنِ اخلاق بھائی چارہ اور باہم اخوت کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے صرف کردیں۔

آج ہم ان بزرگانِ دین اور وارثانِ نبوت کے مزارات پر حاضر ہوکر منتیں ماننے چڑھاوے چڑھانے یا دوسری رسومات کی ادائیگی میں تو سرگرم عمل نظر آتے ہیں لیکن ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوکر معاشرے میں پھیلی ہوئی لسانی گروہی، فروعی اور مذہبی تفرقہ بازیوں سے ہٹ کر باہم اخوت و محبت کا مظاہرہ کرنے سے قاصر ہیں۔

میں سمجھتا ہوں ہمارے دل و دماغ کی تاریکیاں دور کرنے کے لئے ان بزرگانِ دین کا تذکرہ بہت ضروری ہے میں نے اپنے حالات اور وسائل کے تحت ہر ممکن طریقہ سے ضلع لیہ سے متعلق بزرگانِ دین کے حالات اور تعلیمات پیش کرنے کی کوشش ہے مجھے یہ دعویٰ نہیں کہ حالات واقعات اور تعلیمات مفصل ہیں بلکہ میں اس موضوع پر ابتدائی کوشش ضرور کہوں گا اگر کسی دوست کو اس کتاب میں پیش کی جانے والی معلومات سے مزید کا علم ہو تو مجھے آگاہ فرمائیں یا کچھ اولیاء کے حالات رہ گئے ہوں۔ تو نشاندہی کریں۔ انشاءاللہ آئندہ ایڈیشن میں استفادہ کیا

جائے گا۔

مجھے یقین ہے اور خدا پر بھروسہ ہے کہ یہ کتاب بچوں، بڑوں اور بزرگوں میں نہایت دلچسپی سے پڑھی جائے گی اور اولیائے عظام کے حالات زندگی کے پیش نظر ان کی تعلیمات ہمارے ذہنوں میں روحانی اور اخلاقی انقلاب برپا کرنے کا سبب ہوں گی۔

میرے ناکافی مالی وسائل اس کتاب کی اشاعت پر اٹھنے والے تمام اخراجات برداشت کرنے کے قابل نہ تھے میں جناب ملک غلام حیدر تھند ایم پی اے جناب ملک محمد شفیع صاحب چیئرمین بلدیہ لیہ۔ جناب مخدوم اللہ بخش صاحب چیف آفیسر بلدیہ لیہ، جناب صاحبزادہ فیض الحسن سواگ صاحب چیئرمین ضلع کونسل اور سردار عبدالکریم مزاری صاحب چیف آفیسر ضلع کونسل لیہ کا مشکور ہوں کہ جن کے تعاون اور مدد سے اپنی اس تحقیقی کاوش کو کتاب "اولیائے لیہ" کی صورت میں شائع کر کے منظر عام پر لانے میں کامیاب ہو سکا ہوں۔

(مہر نور محمد تھند لیہ)

اِنّ اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

دیباچہ

(صاحبزادہ محمود الحسن سواگ)

بزرگانِ دین اور ان کے انقلابی سلسلہ تصوف پر بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور لکھی جا رہی ہیں اور اب تو سائنسی بنیادوں پر اس کی تحقیق جاری و ساری ہے ۔ ہر ملک و شہر کے اولیاء کرام کی حقیقت و اہمیت اپنی جگہ ! مثلاً ملتان مدینۃ الاولیاء کے نام سے مشہور ہے جس کی اپنی تاریخ بھی ہے اور کم و بیش تمام بزرگانِ دین کی تصانیف بھی ہیں ۔ اس لحاظ سے لیہ کی سرزمین کسی طرح بھی کم نہیں ۔ کفر و خرد کے دور میں یہاں اولیاء کرام نے اس خطہ کو اپنا مسکن بنایا اور دین خداوند عزوجل کی تبلیغ و اشاعت شروع کی ۔ لیہ اور اس کے مضافات میں کم و بیش پچاس بزرگانِ دین کے آستانے اور دربار ہیں مگر صد افسوس کہ ہم بعضوں کے نام تو کیا مقامات و درباروں کا بھی علم نہیں رکھتے ۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں اور ہمارے آباد اجداد کو صراطِ مستقیم دکھائی جس کی وجہ سے آج ہم مسلمان کہلوانے کے حق دار ہیں ۔ ان صوفیائے کرام میں سے چند کی تصانیف موجود ہیں یا پھر سیدھے سادے مکاشفات ، کرامات اور فرمودات پر مبنی ہیں ۔ مگر تحقیقی اور سائنسی بنیادوں پر ان حضرات کی زندگی پر کسی نے آج تک روشنی نہیں ڈالی ۔ اس کتاب

کے مصنف مہر نور محمد تھند نے اپنی زندگی کے قیمتی لمحات (جو سالوں پر مشتمل ہیں) نکال کر لیئے کے اولیاء کرام کی سوانح حیات پر روشنی ڈالی ہے۔ راقم کی ادنیٰ سوچ کے مطابق یہ ایک شاہکار ہے۔

آج کا دور ترقی یافتہ، تیز اور دھماکا خیز ہے۔ لوگ صرف کیا، کیوں، کیسے، کہاں اور کون جیسے سوالات پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اس سے بڑھ کر کچھ اور معلوم کرنا چاہتے ہیں، سو آج کے دور میں عوام الناس کے تجسس کو ہر لحاظ سے اور ہر جہت سے مطمئن کرنا ایک کٹھن مسلہ ہے جو میری حقیر سوچ کے مطابق مصنف نے اس کتاب میں پایہ تکمیل کو پہنچایا ہے۔

قرآن مجید میں ایمان کی سب سے بڑی علامت اور خاصیت محبت الہٰی کو قرار دیا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ

وَالَّذِیْنَ آمَنُوا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہ ترجمہ (اور جو ایمان لائے وہ سب سے زیادہ خدا سے محبت رکھتے ہیں اور بس تعین ہو گیا۔ گویا بزرگان دین کی ہر حرکت، ہر محفل اور ہر اشارہ خداوند قدوس کی محبت کا آئینہ دار ہوتی ہے۔ اور ان لوگوں نے اپنی زندگی کا مقصد ہی خداوند کی محبت ہی کو قرار دیا ہے۔

اٹھارویں اور انیسویں صدی کے ہندوستان میں کفر د فرد اور انتشار و ابتری کا دور تھا۔ مختصراً یوں کہیے کہ وہ خصائل وہ عوامل جو سیاسی وسماجی نظام کو قائم رکھنے میں ممد و معاون ہوتے ہیں فنا ہو چکے تھے۔ اور زوال و انحطاط کا دور دورا تھا۔ خصوصاً اورنگ زیب کے دنیا فانی سے کوچ کرنے کے

ساتھ ہی تمام ہندوستان عیش و عشرت، طوائف الملوکی، بدنظمی و بدانتظامی اور تخریب کاری کی تمام قوتیں اُبھر آئیں۔ نا ؤ نوش میں مدہوش رنگیلے فرماں روا بگڑتی صورت حال کو نہ بھانپ سکے۔ ہر طرف شیطانی قوتوں کا دور دورہ تھا۔ کہیں سکھوں کا سیلاب تو کہیں مرہٹوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر۔ ان سب فرعونوں کے سامنے سینہ سپر ہونے کی کسی کو ہمت نہ تھی۔ اس انحطاط اور تنزلی کے دور میں اللہ کے کچھ بندوں نے حکومت و حکمرانی کے مزول سے قطع نظر اسلامی سوسائٹی کو بچانے کی کوشش کی۔ غیر ملکی کفر بڑے رعب و دبدبے سے آیا مگر مسلمانوں کی ملی اور دینی زندگی کو کوئی گزند نہ پہنچا سکا۔ اگر سلطنت چھن گئی مگر ان اسلام کے جیالوں نے سر تسلیم خم نہ کیا۔ ان کو سب سے زیادہ فکر اس چیز کی طرح تھی کہ کہیں سلطنت کے لٹ جانے اور برباد ہو جانے کے ساتھ ساتھ اسلامی روح، اسلامی فکر، اسلامی کردار اور اسلامی سرمایہ زندگی ہی نہ مسمار ہو جائے۔ چنانچہ یہ غازی میدان میں کود پڑے جنہوں نے مسلمانوں کی بالخصوص اور ہندوستانیوں کی بالعموم اصلاح اور انسانیت کی ذہنی اور عملی سطح کو بلند کرنے کے لئے جو ایڑی چوٹی کا زور لگایا وہ برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں ایک خاص الخاص اہمیت کا حامل ہے۔ آج کا مؤرخ جب ان اسباب کی تلاش کے لیے ورق گردانی کرے گا جن کی بدولت سلطنت کے لُٹ جانے کے بعد بھی یہاں اسلامی سوسائٹی۔ (یعنی ہم کلمہ گو) کا شیرازہ بکھر نہ سکا تو وہ اِن بزرگان دین اور

تابعین رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی پُر خلوص اور دل کی گہرائیوں سے ہونے والی جدوجہد اور کاوش کا اعتراف ضرور کریگا آج کا پاکستان، بنگلہ دیش کسی بھی مسلمان جنگجو اور فاتح کے نام نہیں کیا جا سکتا۔ کئی بار یہ دھرتی لٹی پھر بسی پھر لٹی مگر ہم گنبد سدرہ کے پوجاری جو زندہ و تابندہ رہے ہیں تو آخر کس رو رعایت کی بنا پر یہ سب کو چار و ناچار تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ یہ ان مجاہدوں کی بدولت اور انہیں کی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے . . . .

اس کتاب "تذکرہ اولیاء اللہ" کے مصنف نے پھر سے ہم کند ذہنوں کو جھنجوڑا ہے، پھر سے بھولا بسرا سبق یاد دلایا ہے ااکی یہ کہ بیچ میں وہی تاریخی گونج ہے کہ ہم سب مرہٹوں، سکھوں، ہندوؤں اور انگریزوں اور استعماری قوتوں کے لٹے ہوئے ہیں رہیں سیدھی راہ پر اور اپنے رب کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ والے والے اولیاء عظام کی تعلیمات ہر حال ہر رنگ اور ہمیشہ ہمیشہ یاد رکھی ہونگی ورنہ ہمارا حال بھی ہوگا جو پہلے والی زمینے میں دفن اور مسخ شدہ قوموں کا ہوا۔ کیونکہ جو قوم اپنی تاریخ کھو دیتی ہے۔ تاریخ اس کو کھو دی ہے۔

حضرت قادرِ شیر کاظمیؒ

آپ کا اصل نام محی الدین تھا۔ لیکن حضرت قادر شیر کے نام سے معروف ہوئے۔
والد محترم کا نام حضرت سید احمد معشوق اللہ تھا۔ اسی وجہ سے آپ کی اولاد معشوق پوترہ کہلاتی
ہے۔ حضرت قادر شیر کا مزار شریف قصبہ شاہ پور سادات میں واقع ہے۔
قادر شیر کا لقب آپ کو حضرت سید محمد راجن بخاری سدا سہاگ نے عطا کیا۔ روایت
ہے۔ کہ حضرت راجن بخاری قصبہ راجن شاہ میں متوطن تھے۔ بہت سے مقامی قبائل آپ
کے حلقہ عقیدت میں شامل تھے۔ ان میں سے ایک خاندان سامٹیہ جو کہ آج بھی لیہ کا
ایک سرکردہ خاندان ہے۔ سامٹیہ خاندان کی ایک عورت جس کی عمر ڈھل چکی تھی۔ اولاد
سے گود خالی تھی۔ ایک دن وہ حضرت محمد راجن کے لئے دودھ لے کر جا رہی تھی۔ کہ
راستہ میں ایک درخت کے نیچے حضرت محی الدین کاظمی اور چند ہمراہیوں نے ڈیرہ
لگایا دیکھا۔ پاس سے گزری تو آپ نے فرمایا۔
بی بی کیا لئے جا رہے ہو۔ عورت بولی اپنے مرشد کے لئے دودھ لے کر جا رہی
ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ دودھ ہمیں پلا دو اللہ تمہاری امید بر لائے گا۔ لیکن عورت مذکورہ
خاموشی سے آگے بڑھ گئی۔ مرشد کی خدمت میں دودھ پیش کیا اور جب حضرت محمد راجن نے
ڈھکنا اٹھا کر دیکھا۔ تو دودھ کی بجائے خون تھا۔ حضرت محمد راجن نے ڈھکنا دے کر خاتون
سے کہا کہ راستے میں جس مرد درویش نے تجھ سے دودھ طلب کیا تھا یہ دودھ اس کی خدمت
میں جا کر پیش کر دے۔ تیری آس اس بزرگ کی دعا سے پوری ہو گئی۔

خاتون دودھ لے کر واپس حضرت محی الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور دودھ پیش کر دیا۔ آپ نے برتن سے ڈھکنا ہٹا کر شہادت کی اُنگلی دودھ میں ڈبو دی۔ انگلی ڈبوتے ہی خون دودھ بن گیا وہ دودھ آپ نے پیا اور ساتھیوں کو بھی پلایا۔ جب دودھ پی چکے تو حضرت سید محمد راجن دور گھوڑے پر سوار آتے دکھائی دیئے اُس وقت آپ مصلے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور تسبیح آپ کے ہاتھ میں تھی۔ آپ حضرت محمد راجن کے استقبال کے لئے اُٹھے تو مصلے نے شیر اور تسبیح سانپ کی صورت اختیار کر لیا۔ دونوں درویش باہم ملے محمد راجن نے فرمایا۔ بھائی آپ تو قادر شیر (شیر کو قابو کرنے والے) ہیں۔ حضرت قادر شیر نے فرمایا آپ بھی تو سدا بھاگ ہیں۔ اُس دن سے حضرت محی الدین کا نام قادر شیر اور حضرت محمد راجن کا نام سدا بھاگ مشہور و معروف ہوا۔

وہ خاتون ابھی تک یہیں موجود تھی۔ حضرت محمد راجن نے اُسے بلایا اور فرمایا۔ کہ آج سے تیرا مرشد قادر شیر ہے اور انشاء اللہ تیرا گوہر مقصود بھی انہی کی دعا سے ملے گا۔

آپ نے اُس خاتون کے لئے رب العزت کی درگاہ میں دعا فرمائی۔ اور وہ اولاد نرینہ سے مالامال ہو گئی۔ کہا جاتا ہے۔ کہ موجودہ سانڈیہ قوم اس خاتون سے ہے

حضرت محی الدین المعروف قادر شیر کی ابتدائی زندگی ابھی پردہ اخفا میں ہے۔ لیکن روایت ملتی ہے کہ آپ کی پیدائش قندھار میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ اور تبلیغ دین کے لئے علاقہ بلوچستان میں تشریف لائے۔ یہاں آپ کے ہاتھ پر اقوام لغاری، شاہلانی جمال، امدانی چھلگری۔ دشتی اور رند بلوچوں نے بیعت فرمائی۔ کچھ عرصہ بلوچستان کے بعد علاقہ ہائے سندھ میں بھی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لئے کوشش کیں پھر ڈیرہ غازی خان تشریف لے آئے کچھ عرصہ ڈیرہ غازی خان کے علاقوں میں اشاعت اسلام کی اور سرزمین لیہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب آپ اپنے مریدین کے ساتھ دریائے سندھ کے کنارے پر پہنچے تو کشتی والے نے آپ کو دریا

پار کرانے سے انکار کر دیا۔ اللہ کا نام لے کر دریا میں پاؤں ڈالا تو قدرت خداوندی سے دریا پایاب ہو گیا۔ اور یوں آپ نے دریا پار کر کے موجودہ قصبہ شاہ پور میں ڈیرہ لگایا۔ طاہر خان جمالی، میاں لعل، میاں یار د چوغطہ فقیر آپ کے ہمراہ تھے۔

حضرت قادر شیر حافظ قرآن تھے۔ اور روزانہ بلاناغہ قرآن پاک ختم کرتے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے تدریس قرآن اور دوسرے علوم کی تعلیم کے لئے یہاں مدرسہ قائم کیا تھا۔ کیوں کہ مزار کے اندر آپ کی قبر کے دائیں بائیں ۱۸ حفاظ قرآن کی قبریں موجود ہیں۔ نو حفاظ کی قبریں دائیں طرف اور نو کی بائیں طرف۔

آپ کا مزار پہلے خام تھا۔ لیکن اب آپ کی قبر اور چار دیواری پختہ بنوائی گئی ہے دربار کا تہائی حصہ کے لیے رقم سردار میر چھٹہ خان جمالی (شاہلمزئی) آف نصیر آباد نے فراہم کی تھی۔ جب کہ جنوبی حصہ کا دروازہ سردار اللہ بخش لغاری سرائی شہدادکوٹ سندھ نے تعمیر کرایا۔

حضرت قادر شیر کے کشف و کرامات کی روایات و واقعات تو بہت ملتے ہیں۔ لیکن ایک کرامت آج بھی ظہور میں آتی رہتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کی اولاد میں سے جب کبھی کوئی فوتگی ہوتی ہے۔ تو قبر تعویز میں دراڑ پڑ جاتی ہے جو کہ سوئم کے بعد خود بخود ہی ٹھیک ہو جاتی داخلے کے دروازے پر دو مینار بنے ہوئے ہیں۔ ایک مینار دروازے کے دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف ہر مینار میں ایک ایک دیا رکھا ہوا ہے جب بھی قادر شیر کے خاندان میں موت ہوئی ہے۔ تو تین دن تک دیا خود بخود بجھ جاتا ہے خواہ کتنی بار جلایا جائے لیکن عام حالات میں طوفان ہو یا رد باراں چلے لیکن یہ دیئے جلتے ہی رہتے ہیں۔

حضرت قادر شیر کی اولاد میں بھی بہت سے صاحب کرامات و صاحب کشف بزرگ گزرے جن کی تبلیغ اسلام میں خدمات بہت زیادہ ہیں۔

آپ کے خاندان میں ایسی شخصیات پیدا ہوئیں کہ ان کے روحانی تعرفات علمی ، کمالات اور اسلامی خدمات کا ایک زمانہ معترف تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ آج کی نسل اُن کے متعلق بہت کم جانتی ہے ۔ مثلاً امام علی شاہ جوکہ انیس پنجاب کے نام سے مشہور تھے غلام حیدر شاہ بے کس مہر دریاشاہ وارث شاہ محمد شاہ اور دلن شاہ وغیرہ

حضرت قادر شیر کا خاندان شاہ پور میں آباد ہے اور وسیع جائداد کا مالک ہے ۔ سید غلام حسین عرف چینو شاہ ، سید محمد ابراہیم شاہ سید اللہ بخش شاہ سید ناظم حسین شاہ سید امیر حسین شاہ ایڈووکیٹ پروفیسر ثقلین کاظمی اور پیر سید علی شاہ ممبر ضلع کونسل کے نام گرامی قابل ذکر ہیں ۔ حضرت قادر شیر کی خدمت میں مہر دریاشاہ نے ایک قصیدہ لکھا تھا۔ جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں ۔

واقف راز رموز ربانی واقع شور شر دا
عالی عظمت عزت محنت صاحب شان قدر دا
واہ کاشف اسرار حقانی قاطع ظلم کفر دا ،
مرد جلی معلوک معلیٰ مالک فلک فقر دا ،

حضرت شیخ قل احمد صاحبؒ نوری حضوری

آپ کا مزار مبارک قصبہ کوٹ سلطان ضلع لیہ میں زیارت گاہ خلائق عام ہے بیٹ گھائی کے رہنے والے تھے حضرت شیخ بہاؤالحق زکریا ملتانیؒ کے دست حق پر بیعت ہوئے۔ حضرت غوث بہاؤالحق زکریاؒ کے فیضان نظر سے تھوڑی مدت میں منازل سلوک باطنی طے کر لئے، مرشد سے خرقہ خلافت پاکر سلسلہ سہروردی کو آگے پھیلانے میں مگن ہو گئے۔

ذریعہ معاش مویشی پال کر پیدا کرتے، روایت ہے کہ آپ زور آور جسیم اور قد آور شخصیت کے مالک تھے۔ کوٹ سلطان سے ملتان ۶۰ میل کا سفر بنتا ہے۔ آپ روزانہ اپنی گایوں اور بھینسوں کا دودھ اپنے مرشد پاک حضرت غوث بہاؤالحق زکریاؒ کی خدمت میں ملتان پہنچاتے اور پھر واپس کوٹ سلطان آجاتے۔ یوں آپ روزانہ ۱۲۰ میل کا سفر پیدل طے کرتے۔

گو کہ آپ ولایت کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔ اور کشف کرامات پر مکمل دسترس رکھتے تھے۔ لیکن آپ ناموری سے دور بھاگتے تھے۔ وعظ و تلقین کے ذریعے سے مسلمانوں کے عقائد درست کرنے کی کوشش فرماتے۔ اپنے حسن سلوک۔ اخلاق و محبت اور رواداری کے باعث ہزارہا ہندوؤں کو دین اسلام سے مشرف فرمایا۔ آپ نے لمبی عمر پائی اور حضرت شاہ رکن عالم ملتانیؒ کے دور خلافت میں اس جہان فانی سے جہان حقیقی کی طرف کوچ فرمایا۔

آپ کا مزار مبارک خام مٹی سے بنا ہوا ہے معتقدین نے کوشش کی کہ پختہ مزار بنایا جائے۔ لیکن کامیاب ہو سکے، حاجی غلام محمد صاحب اور کریم بخش صاحب نے پختہ مزار بنانے کی کوشش کی اور اس مقصد کے لئے کھدائی کرائی تاکہ مزار مبارک کا مٹی کی تہہ میں دبا

ہُوا حصّہ ظاہر ہو گیا لیکن مستری اور ہر دو صاحبان بیمار ہو گئے۔ مزار مبارک کی تعمیر کے لئے جو بھی کوشش کرتا ہے تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ مزار کو پختہ بنانے کی اجازت نہیں ملتی۔

آپ سے ایک کرامت روایت کی جاتی ہے کہ ایک بار کسی بادشاہ کی فوج نے کوٹ سلطان میں ٹھہراؤ کیا۔ سپاہیوں نے ایک عورت اغوا کر لی۔ دُوسرے دن جب کوچ کا حکم ملا۔ تو تمام فوج بمع سالار اندھے ہو گئے۔ سالار نے تمام فوج کو رُکنے کا حکم دیا تو پھر نظر صحیح کام کرنے لگی۔ لیکن جونہی وہ کوچ کا ارادہ کرتے، اندھے ہو جاتے۔ تحقیق کی گئی تو عورت کے اغوا کی حقیقت معلوم ہوئی۔ سپہ سالار نے عورت برآمد کرکے اس کے خاندان والوں کو واپس کر دی۔ مزار پر حاضر ہو کر معافی مانگی تب فوج آگے جا سکی۔ اس لئے آج بھی جب لوگ دربار پہ حاضری دیتے ہیں تو دُعا مانگتے ہوئے کہتے ہیں۔ یا حضرت شیخ قل احمد صاحب نوری حضوریؒ جس طرح آپ نے سوالاکھ فوجیوں سے بازو خلاصی کرایا۔ (عورت کو رہائی دلائی) اسی طرح ہمیں بھی مشکلات سے نجات دلانے میں مدد فرما۔

یہاں لوگوں کی مرادیں پوری ہوتی ہیں تو لوگ بھی جوق در جوق مزار پر حاضری دیتے ہیں۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال ۱۸-۱۹-۲۰ ہاڑ بمطابق ۲-۳-۴ جولائی منایا جاتا ہے۔ عرس کے روح رواں اور منتظم اعلیٰ حضرت جام ظفر اللہ صاحب باردی خلیفہ مجاز حضرت پیر محمد عبداللہ المعروف پیر بارو صاحبؒ نہایت ذوق و شوق سے حصّہ لیتے ہیں۔

حضرت شاہ

سلطان حسین خوارزمیؒ

حضرت شاہ سلطان حسین بن عبداللہ، سلطنت خوارزم کے ولی عہد تھے۔ جب آپ کے والد سلطان عبداللہ نے ۵۰ سال تک خوارزم پر حکومت کیبعد آپ کو تخت شاہی پر بٹھا دیا لیکن آپ کو امورِ حکومت سے کوئی دلچسپی نہ تھی آپ ہر وقت یادِ رب العالمین میں منہمک رہتے

آپ کے چچا شیخ شمس الدین عارفِ زمانہ اور علومِ دینیہ میں یکتا تھے ولی عہد سلطان حسین کو بچپن سے ہی حضرت شیخ شمس الدین سے قلبی لگاؤ اور ارادت تھی شیخ شمس الدین بھی آپ پر زیادہ توجہ فرماتے اور آپ ہی کی تعلیم و تربیت نے حضرت شاہ سلطان حسین کے دِل میں دنیا کی محبت کی بجائے دین کی محبت کی شمع فروزاں کی۔

آپ کچھ عرصہ تک امورِ سلطنت نیم دِلی سے سرانجام دیتے رہے لیکن آپ کو گوارا نہ تھا کہ ایک لمحہ بھی یادِ الٰہی سے غافل رہا جائے آپ نے تاج و تخت کو ٹھکرانے اور خود کو یادِ الٰہی کے لیئے وقف کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ یہ سوچ کر بزرگ چچا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مرید ہونے کی خواہش ظاہر کی۔

حضرت شمس الدین نے فرمایا، اے بیٹے! اگر اس وادی میں قدم رکھنا چاہتے ہو تو پہلے دنیا کی آلائش سے اپنا دامن صاف کر دو پھر اس وادی میں قدم رکھو۔ شاہ حسین فوراً محل میں پہنچے اپنا تمام خزانہ غرباء میں

تقسیم فرمایا۔ تخت و تاج سے دست برداری اختیار کی اور شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے شیخ نے قلندرانہ لباس میں ملبوس دیکھا تو حالت وجد میں ایسی توجہ کی کہ ایک ہی نظرِ کیمیا[1] اثر سے تمام مدارج و مراتب روحانی طے کرا دیئے[2]

یہ وہ دور تھا جب بنو عباس کا آفتابِ حکومت غروب ہو رہا تھا محمود غزنوی جو ایک مردِ مومن تھا اہلِ علم اور اہل اللہ کا قدر دان تھا سلطان حسین والئ خوارزم کی تخت و تاج سے دست برداری کے متعلق سنا تو بِن دیکھے سو جان سے فدا ہو گیا۔ منزلیں مارتا ہوا شوقِ زیارت میں قدم بوسی سے مشرف ہوا جیسا سنا تھا اس سے بڑھ کر پایا نہایت عاجزی سے غزنی چلنے کی گذارش کی۔

حضرت سلطان حسین کے پیر و مرشد اور بزرگوار حضرت شمس الدین کچھ عرصہ قبل اس جہانِ فانی سے سفرِ حقیقی کی طرف کوچ کر گئے تھے خوارزم میں حضرت کے لئے کوئی چیز باعثِ دلکشی نہ تھی یا محمود غزنوی نے شوقِ محبت سے آپ کو خوارزم سے غزنی آنے پر آمادہ کر لیا خوارزم سے چل کر غزنی میں رونق افروز ہوئے جامع مسجد غزنی کے ایک حجرے میں مشغول عبادت ہو گئے اور اللہ سے ایسی لو لگائی کہ پورے تین سال تک محمود غزنوی کی طرف متوجہ نہ ہوئے لیکن محمود بھی غیر معمولی عزم اور استقلال کا پیکر تھا۔ ایک دن حضرت نے سلطان محمود پر ایسی نگاہ کیمیا[1] اثر ڈالی کہ سلطان محمود پر زمین و آسمان کے اسرار و رموز نہاں ہو گئے

---

[1] تذکرہ [2] تذکرہ بہاؤ الدین زکریا ؒ

جب محمود نے ہندوستان پر حملوں کا آغاز کیا تو حضرت شاہ سلطان
حسین بھی اپنے مریدوں کے ساتھ جذبہ جہاد اور شوق شہادت سے سرشار
ہو کر افواج سلطانی کے ساتھ ہو لئے محمود غزنوی نے جب کوٹ دیپال
گڑھ (کروڑ لعل عیسن) فتح کیا تو سلطان محمود نے اپنی منت کے مطابق
کوٹ کروڑ اور ملحقہ علاقے آپ کی خدمت میں بطور جاگیر پیش کیے
سلطان حسین پر بڑھاپے کا عالم تھا آپ نے کوٹ کروڑ میں رہنا قبول
کر لیا۔ قلعہ میں آپ نے ایک مسجد تعمیر کرائی ایک کروڑ مرتبہ سورۃ مزمل
کا ورد کیا اور دیپال گڑھ کا نام تبدیل کر کے کوٹ کروڑ رکھا۔ ایک
روایت یہ بھی ہے کہ آپ کے دستِ مبارک پر تقریباً ایک کروڑ ہندوؤں
نے اسلام قبول کیا اس لیئے آپ نے اس قلعہ کو کوٹ کروڑ کا نام دیا۔

کرامات

جب آپ نے سلطان محمود کے ساتھ ہندوستان کا قصد کیا تو ایک کوہستانی
علاقے میں فوج پڑاؤ ڈالے ہوئے تھی۔ فوج سو رہی تھی کہ اچانک فضا میں
آتش بازی ہونے لگی تمام فوج میں بھگدڑ مچ گئی فوج کے چند سپاہی پریشان
حال آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ خیمے سے باہر تشریف لائے، کعبہ
کی طرف رخ کیا دعا کے لیئے ہاتھ پھیلائے گڑگڑا کر رب ذوالجلال کی
درگاہ میں عاجزی و انکساری سے رفع بلا کے لیئے دعا مانگی خدا جو رحیم و
کریم ہے اپنے مومن بندوں کی دعاؤں کو خالی نہیں موڑتا، چند ہی لمحوں
میں آتش بازی ختم ہو گئی آپ نے سجدۂ شکر ادا کیا اور فرمایا جاؤ آرام
سے سو جاؤ یہاں جنات کا مسکن تھا اور یہی ان کی شرارت تھی الحمداللہ

اب کوئی شرارت نہیں کریں گے

اس واقعہ کے کئی دن بعد جب فوج ایک لق و دق ریگستان میں پہنچی، دن سخت گرم تھا فوج اور جانور پیاس سے تڑپنے لگے دور نزدیک پانی کا نام و نشان تک نہ تھا فوج میں قیامت برپا ہو گئی اس سے پہلے کہ لشکر پیاس کے باعث صحرا میں لقمۂ اجل بن جاتا سلطان محمود حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا قدم بوسی کی اور دعائے بارش کے لئے گذارش کی ۱ آپ نے ہاتھ اٹھائے دیکھتے ہی دیکھتے بادل رونما ہوئے اور لمحوں میں ایسی بارش ہوئی کہ سیلاب کی سی کیفیت پیدا ہو گئی[1]

کوٹ کروڑ میں جو آپ نے مسجد تعمیر کرائی تھی آپ وہیں عبادت میں مصروف رہتے اور لوگوں کو اسلامی تعلیم و تربیت سے آراستہ کرنے میں لگے رہتے اور وہی قلعہ جہاں کل تک ہنومان اور شیوجی کی پوجا ہوتی تھی اس کے در و دیوار سے کلمۂ توحید کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ قدرت نے آپ سے تعلیم و تبلیغ کا جو کام لینا تھا پایہ تکمیل تک پہنچایا تو بلاوا آیا بھیجا اور تقریباً ۴۱۲ھ میں خالقِ حقیقی کے دربار جا حاضری دی

آپ کا مدفن کوٹ کروڑ تھا لیکن دریائے سندھ کی لہروں نے اس قلعے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور دریا برد کر دیا حضرت محمد یوسف لعل عیسنؒ کروڑ کے دربار کے شمال طرف چوکنڈی میں پانچ قبریں ہیں اور یہ قبریں پنج پیر کے نام سے موسوم ہیں۔

[2] ملکر سنگھ لکھتا ہے کہ حضرت لعل عیسنؒ کے آباؤ اجداد کے مزارات دریا برد

---

[1] تذکرہ بہاؤالحق زکریا [2] بندوبست رپورٹ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان نمبر ۸۰-۱۸۷۸ء

ہو گئے تھے جب حضرت یوسف عرف لعل عیسن ، کروڑ میں تشریف لائے تو آپ نے اپنے آباؤ اجداد کی یاد میں قبریں تیار کرائیں۔ پنج پیر کے نام سے جو پانچ قبریں موسوم ہیں اس کے بارے میں مصنّف کا قیاس ہے کہ یہ قبریں حضرت سلطان حسین، حضرت علی بن شمس الدین، حضرت محمد غوث حضرت احمد غوث اور حضرت کمال الدین ابابکر کی ہیں جو کہ سب اپنے دور کے مردِ حق، مردِ کامل اور عارف باللہ تھے۔

حضرت محمد لطیف صاحب

آپ کا مزار اقدس ڈالگن نہ صدر کے شمال کی طرف ہے۔ لیکن آپ کے حالات نامعلوم ہیں۔

حضرت حافظ مسلم صاحب ـ حضرت حافظ محمد سانولہ صاحب ـ حضرت حافظ محمد مکرم صاحب

آپکا شمار عظیم حفاظ اساتذہ اور علماء میں ہوتا تھا۔ دینی تعلیمات کو عام کرنے میں آپ کا سب سے زیادہ حصہ ہے۔ تینوں بزرگوں کے مزارات مسجد حافظ کچھی والی کے ساتھ ایک چار دیواری کے اندر ہیں تفصیلی حالات نامعلوم ہیں۔

حضرت شاہ نواز صاحب بخاریؒ

آپکے متعلق بیان کیا جاتا ہے۔ سید جلال الدین سُرخ بخاری کی اولاد سے ہیں۔ مزار مبارک لیّہ شہر سے شمال کی طرف واقع ہے۔ جہاں آپ ہی کے نام کی مناسبت سے بستی شاہ نواز قائم ہے۔

حضرت سلطان علیؒ

حضرت سلطان علیؒ کی پیدائش کوٹ کروڑ میں تقریباً ۶۰۳ ہجری میں ہوئی۔ آپ مادر زاد ولی اللہ تھے آپ کے والد حضرت شیخ شمس الدین ایک نہایت جری، جانباز مجاہد اور بہادر مردِ مومن تھے شیخ شمس الدین کی زندگی کا زیادہ وقت کفارِ ہندوستان سے جہاد کرتے ہوئے گذرا اور راجہ جیسل سے جنگ کرتے ہوئے شہادت کے درجہ پر فائز ہوئے

جب حضرت شاہ سلطان حسینؒ نے اس جہانِ فانی سے کوچ کیا تو اس وقت سلطان شمس الدین قلعہ چتروڑ میں راجہ جیسل سے بر سر پیکار تھے اس لیئے سلطان علی کو کوٹ کروڑ کا والئ سلطنت مقرر کیا گیا۔ معرکہ چتروڑ میں حضرت شیخ شمس الدین دادِ شجاعت دیتے ہوئے اپنے ہزاروں جانبازوں کے ساتھ شہید ہو گئے تو راجہ جیسل نے اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ کوٹ کروڑ کا محاصرہ کر لیا اور وکیل کے ذریعے کہلا بھیجا، در اگر زندگی مے خواہی طناب فرمانبرداری در گردنِ خود انداختہ بیارگاہ راجہ حاضر شود، والا از کردہ پدر خود چناں خواہی یافت کہ از قوم شما یک نفس زندہ نخواہم گذاشت۔ یعنی اگر تجھے اپنی زندگی عزیز ہے تو خلوصِ نیت سے فرمانبردار بن کر ہمارے دربار میں چلے آؤ ورنہ میں تمہاری قوم کا ایک فرد بھی زندہ نہ چھوڑوں گا۔ سلطان علی ساتھیوں کے مشورہ سے قلعہ بند ہو گیا جس سے

جیبل نے علاقے کو اجاڑنا شروع کر دیا جو مسلمان ہاتھ آتا شہید کر دیتا سلطان علی نے یہ ظلم و ستم برداشت نہ کیا صلح کی بات چیت کی، راجہ جیبل نے شرط رکھی کہ سلطان علی کو میرے حوالے کیا جائے۔ آپ کے جانثاروں نے قبول نہ کیا بلکہ جذبہ شہادت سے سرشار ہو کر ہتھیار بند ہونے لگے لیکن آپ نے راجہ جیبل کے پاس جانے کا فیصلہ کر لیا جاں نثاروں نے ساتھ جانے اور سلطان علی پر تصدق ہونے کا عزم کیا لیکن آپ نے سب کو حکماً روک دیا گھوڑے پر سوار ہو کر قلعہ سے باہر آئے ہندوؤں کے کیمپ کی طرف بڑھے اس وقت آپ کی عمر صرف بارہ سال تھی۔

ہندوؤں نے مسلمانوں کے اس سردار سے بدلہ لینے اور اس کی تضحیک کرنے کے کئی منصوبے سوچ رکھے تھے ہندو بے جا تفاخر میں مبتلا ہو کر طرح طرح کی باتیں بنا رہے تھے اور کل کے حاکم مسلمانوں کو آج کے محکوم سمجھ کر بہت خوش تھے لیکن خدا اپنے محبوب کا ساتھ نہیں چھوڑتا اور نہ ہی فخر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے

سلطان علی بھی خود کو خدا کی امان سمجھ کر اور اللہ کے بھروسے پر کفار کے اژدھام میں گھوڑے پر سوار بے دھڑک چلے آئے کفار نے آپ کے چہرے کی طرف دیکھا آپ کے چہرے کا جلال جلوہ نور کی صورت میں موجزن تھا اس جلوۂ نور کی تاب کونسی آنکھ لا سکتی تھی جس نے چہرے پر نظر ڈالی، بینائی سے محروم ہو گیا۔ ہندو فوج میں کہرام بپا ہو گیا اور جب آپ راجہ جیبل کے سامنے پہنچے تو وہ بھی آپ کو دیکھ کر اندھا ہو گیا[1]

---

[1] ملفوظ شیخ المخدوم بحوالہ تذکرہ بہاؤالدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ۔

ابھی چند لمحوں قبل جن کفار نے آپ کی شان میں گستاخیاں کرنے کے منصوبے باندھ رکھے تھے سب کچھ بھول کر آپ کے قدموں میں لوٹنے لگے ہاتھ باندھ کر معافی کے طلبگار ہوئے اور وعدہ کیا کہ اگر حضرت ہماری بینائی واپس لوٹا دیں تو آپ کی سلطنت سے کوئی اعتراض نہ کیا جائے گا حضرت سلطان علی نے پانی منگوایا، وضو کیا اور بارگاہ ایزدی میں سجدہ ریز ہو کر دشمنوں کے لیے آنکھوں کی روشنی لوٹ آنے کی التجا کی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ وضو سے بچا ہوا پانی جو شخص آنکھوں پر لگائے گا انشاءاللہ بصارت پائے گا۔ تائید ایزدی سے ایسا ہی ہوا۔ اس واقعہ کا ذکر منبع البرکات میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے

بموجب حکم آپ وضو بر چشمانِ خود مالا بصارت او رائیسر شود۔ اول راجہ جیسل واقف با او آب مستعمل بر چشمانِ خویش مالید ہموند م بصارت یافتند۔ زاں بعد تمام لشکر آبِ وضو مالید، و بینا شدہ ملک خویش گرفت۔

اس کرامت کو دیکھ کر راجہ جیسل بے نیل ومرام واپس لوٹ گیا[1]۔

سلطان علی قلعہ میں واپس ہوئے والدہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوئے والدہ محترمہ ابھی حالتِ مراقبہ میں تھیں۔ آپ کو دیکھ کر فرمایا، ابھی آپ کا معاملہ رسالت مآب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش تھا ارشاد ہوا کہ سلطان علی اس ملک پر چالیس سال تک حکمرانی کرے گا

سلطان علی نے کامل چالیس سال تک کوٹ کروڑ پر اس عدل و

---

[1] تذکرہ بہاء الحق زکریا رح

انصاف سے حکومت کی کہ ہر طرف امن و سکون اور خوشحالی کا دور دورہ تھا۔ کوٹ کروڑ ہزاروں مشائخ کی وجہ سے علم کا بہت بڑا مرکز بن گیا دور دور سے علم کے پیاسے یہاں حاضر ہوتے اور فاضل و کامل مشائخ کی صحبت میں رہ کر علم لدُنی و باطنی سے سرفراز ہوتے

حضرت کی عمر تقریباً ۵۴ سال کے قریب پہنچ چکی تھی کہ ایک دن دفعتاً دیوار مشق ہوئی اور ایک سفید ریش بزرگ نے نمودار ہو کر فرمایا، وا اے فرزند زود شتو! دخود را بارگاہ صمدیت برسال و بجائے خلف برگزیدہ انعال سلطان جلال الدین بر تخت سلطنت بنشاں۔

آپ نے یہ سنا تو تبسم فرمایا غسل کر کے سجدے میں چلے گئے اور سجدے ہی میں اپنے رب سے جا ملے۔

حضرت فتح شیر گیلانی رح

آپکے متعلق روایت کی جاتی ہے کہ آپ پیران چھتر کی اولاد سے ہیں۔ مجذوب بزرگ تھے۔ مزار مبارک کے پاس درختان بہت ہیں۔ حدودِ مزار سے باہر کوئی شخص کوئی چیز لے کر نہیں جا سکتا۔ بہت سی اقوام خاص کر علیان آپ سے عقیدت رکھتے ہیں۔ مزار علاقہ نشیب میں ہے۔

حضرت باباعظمت

آپکی قبر مبارک مسجد چاہ دلی داد کے سامنے ہے۔ لوگوں نے مزار بنانا چاہا لیکن آپ نے بشارت کے ذریعہ سے روک دیا۔ پہلے وقتوں میں جب گرمی پڑتی اور لوگ بارش کی دعا مانگتے تو آپ کے مزار پر حاضر ہو کر قبر کو پانی سے غسل دیتے تو بارش شروع ہو جاتی۔

حضرت مولانا وجیہہ الدین محمدؒ

حضرت مولانا وجیہہ الدین محمد غوثؒ کی تاریخ پیدائش کا تعین نہیں ہو سکتا آپ خانوادہ سلطان حسین کے ایک بزرگ کامل اور صاحب کرامت اولیائے اللہ میں سے تھے آپ کے والد حضرت کمال الدین ابوبکر نے جو خود بھی صاحب کرامت بزرگ تھے روحانی فیض پہنچایا۔ محمد غوث اپنے والد کے مرید تھے۔ ان کی وفات کے بعد سیر و سیاحت کے لیئے نکلے حصار شادمان میں شیخ محمد نورالله کی خدمت میں ایک ہفتہ رہ کر فیض حاصل کیا۔ دمشق میں شیخ وجیہہ الدین محمد کی زیارت کی جب آپ بغداد پہنچے تو مستنصر باللہ کا زمانہ تھا بغداد کی علمی درسگاہوں میں رہ کر اکمال علماء اور مشائخ سے فیض حاصل کیا حضرت امام اعظم کے مزار پرنور کی زیارت سے مشرف ہوئے رات کو زیارت رسول اللہ نصیب ہوئی آپ نے حضرت محمد غوث کا ہاتھ حضرت خضرؑ کے ہاتھ میں دیا اس رات آپ کو بہت فیض پہنچا چودہ سال مکہ مکرمہ میں گذار کر چودہ حج کیے چودہ سال روضۂ رسول پاکؐ پر حاضر رہ کر مجاوری کی اور یہاں آپ کو بے شمار فیوضات حاصل ہوئے

ایک رات آپ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے وطن جانے اور وہاں تبلیغ کرنے کا اشارہ ہوا تو آپ وطن روانہ ہو پڑے

واپسی پر جب شہر حامہ میں پہنچے جہاں آپ کی بزرگی اور زہد کا چرچا پہلے سے تھا حضرت غوث الاعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کے فرزند حضرت شیخ عیسےٰ قادریؒ آپ کی زیارت کو آئے انہوں نے آپ کو دیکھتے ہی نورِ باطن سے معلوم کر لیا کہ حضرت کی پشت سے غوث زمانہ نے تشریف لانا ہے شیخ عیسےٰ قادری نے آپ سے اپنی لڑکی حضرت فاطمہؒ کا نکاح کر دیا[1]۔ نکاح کے بعد حضرت محمد غوث ۶ ماہ تک وہیں رہے اس کے بعد کوٹ کروڑ میں واپس آ گئے

حضرت مولانا وجیہہ الدین محمد غوث عالم بے بدل تمام علوم میں یکتا اور علوم باطنی میں کمال درجہ پر پہنچے ہوئے تھے آپ صاحب کرامت ولی تھے آپ جہاں مخلوق کو کسی تکلیف میں دیکھتے تو آپ سے ایسی ایسی کرامات ظہور میں آتیں کہ وہ تکالیف دور ہو جاتی تھیں

آپ کو جب روضہ رسول سے وطن واپس جا کر تبلیغ کرنے کا اشارہ ملا اور آپ کرخ کے علاقے میں پہنچے تو وہاں کے لوگوں سے معلوم ہوا کہ قریب کے جنگل میں دو خونخوار شیر ایسے ہیں کہ اس جنگل سے سفر ناممکن ہے اور اگر کوئی مسافر بھولے سے گزرے تو یہ اُسے پھاڑ کر کھا جاتے ہیں آپ نے فرمایا کہ مجھے وہاں لے چلو انشاءاللہ قدرت کاملہ سے وہ ختم ہو جائیں گے جب آپ جنگل کی طرف آنے لگے تو ایک بہت بڑا مجمع ساتھ ہو لیا جب جنگل میں پہنچے تو لوگوں سے فرمایا کہ درختوں پر چڑھ جاؤ

---

[1] بعض علماء اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت شیخ عیسےٰ قادری چونکہ شادی شدہ نہ تھے اس لیئے ان کی لڑکی سے نکاح کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اولیاء ملتان اور تذکرہ کی دوسری

تھوڑی دیر میں دھاڑتے ہوئے دو شیر جنگل سے برآمد ہوئے لوگ خوف کے مارے درختوں پر چڑھ گئے لیکن آپ وہیں کھڑے رہے شیر چھلانگیں لگاتے ہوئے آپ کی طرف جھپٹے، جب آپ کے چہرہ مبارک پر نظر پڑی تو سہم کر اپنے سر آپ کے قدموں میں رکھ دیئے

آپ نے شیروں کو سر اوپر اٹھانے کا حکم دیا انہوں نے سر اوپر اٹھائے اور ایک دوسرے کے مدمقابل ہو کر آپس میں لڑنے لگے یہاں تک کہ دونوں ختم ہو گئے اور لوگوں کو اس مصیبت سے نجات مل گئی

اِنہی دنوں ایک قافلہ کرّخ سے حامہ جانے والا تھا۔ ان دونوں شہروں کے درمیان ۳، ۴ دن کا فاصلہ تھا اور راستہ میں قافلہ کے لٹنے کا خطرہ تھا قافلے والوں نے حاضر ہو کر قافلے کے ساتھ چلنے کی درخواست کی آپ بھی حامہ جانا چاہتے تھے اس لیئے قافلہ کے ساتھ چلنے پر رضامند ہو گئے بعد نمازِ عشاء قافلہ روانہ ہوا اور صبح کے وقت جب مُرغ نے بانگِ سحر دی تو اہلِ قافلہ نے دیکھا کہ شہر حامہ سامنے ہی نظر آرہا ہے تمام قافلے والوں کا مالِ تجارت بھی اچھے منافع پر بکا۔ آپ کی کرامات بہت زیادہ ہیں

آپ اپنی اہلیہ حضرت فاطمہؒ کے ہمراہ کوٹ کروڑ پہنچے تو آپ کے بھائی حضرت شیخ احمد بہت خوش ہوئے شہر میں خوشیاں منائی گئیں شیخ احمدؒ

کتابوں میں حضرت مولانا وجیہہ الدین غوث کی شادی، مولانا حسام الدین ترمذی کی دختر نیک اختر سے ہوئی، جو کہ کوٹ کروڑ میں ہی متوطن تھے۔

نے آپ سے کوٹ کروڑ کی حکومت سنبھالنے کی درخواست کی لیکن آپ نے انکار کر دیا اور جب خزانے سے حصہ لینے کو کہا تو آپ نے اِس طرف بھی دلچسپی ظاہر نہ کی۔[1]

آپ کا زیادہ وقت حجرے میں گزرتا۔ تشنگان علم جو کہ دور دور سے آپ کے زہد و تقویٰ کا شہرہ سن کر حاضر خدمت ہوتے آپ ان کی تعلیم و تربیت کرتے اور یہ آپ جیسے بزرگوں کا فیضان ہے کہ یہ خطہ جو کبھی کفر کا ظلمت کدہ تھا آج چپہ چپہ سے اللہ اکبر کی اذانیں گونج رہی ہیں

آپ کی وفات ۸۷۔۷۷۵ ہجری میں ہوئی۔ روایت ہے کہ حضرت غوث پاک بہاؤ الحق زکریا ابھی بارہ سال کے تھے کہ آپ کی وفات ہوئی۔

حضرت محمد یعقوب کھگہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا مزار مبارک عید گاہ روڈ پر مرجع خلائق ہے۔ آپکے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ اطراف بہاول پور کی طرف سے آکر مغلیہ حکومت کے دور زوال میں لیہ تشریف لائے۔ متقی، پرہیزگار اور صاحب کشف بزرگ تھے۔ لیہ کی بہت سی اقوام آپ سے عقیدت رکھتی ہیں۔ اس وقت دربار کے متولی میاں خادم حسین ہیں۔

حضرت قادر شیر رح (حالات نامعلوم)

محی الدین
حروف قادر شیر

[1] تذکرہ بہاؤ الدین زکریا

حضرت شیخ احمد قادری رح

حضرت کمال الدین کے دو فرزند تھے حضرت شیخ احمد بڑے تھے جبکہ حضرت محمد غوث آپ سے چار سال چھوٹے تھے والد محترم کی وفات کے بعد سلطنت کردوڑ کا انتظام آپ کے ہاتھ میں تھا ایک رات آپ کو شیخ المشائخ سلطان علی نے عالم خواب میں علم لدنی حاصل کرنے کا حکم دیا اور علم لدنی حاصل کرنے کے لیئے حضرت جمال الدین سمنانی کے پاس پہنچنے اور خدمتِ اقدس میں حاضر ہونے کو کہا۔

علی الصبح آپ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ امورِ سلطنت، شیخ حسن جو کہ مخدوم عبدالرشید کے بیٹے اور آپ کے پوتے تھے کے سپرد کر دیئے، اور خود حضرت جمال الدین سمنانی کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے روانہ ہو پڑے جب ایک ہفتہ کے بعد ان کے سامنے حاضر ہوئے تو حضرت نے کشفِ باطن سے معلوم کر لیا کہ سلطان علی کے اشارے پر آئے ہیں۔ حضرت جمال الدین نے ایک حجرہ عطا فرمایا اور اپنی نگرانی میں کامل دو سال تک چالیس مجاہدے کرائے تین سال کے عرصہ میں حضرت جمال الدین سمنانی نے تمام علومِ باطنی سے آپ کو مالا مال کر دیا اور کردوڑ واپس جانے کی اجازت دی کردوڑ واپس آنے پر آپ نے امورِ سلطنت کی طرف توجہ نہ کی بلکہ سلطان حسن کو ہی اسی کام پر مقرر رکھا آپ اکثر اوقات

عالم استغراق میں رہتے چونکہ اس وقت کوٹ کروڑ کو ہندوستان میں علوم ظاہری و باطنی کے حصول کے لیئے ایک یونی ورسٹی کی حیثیت حاصل تھی حضرت احمد غوث ؒ طالبانِ حق کی تربیت میں لگے رہتے اور آپ جب حالتِ وجد میں آتے تو چند ہی لمحوں میں تشنگانِ علم کو سلوک کی وہ منزلیں طے کراتے جو کہ سالوں تک مجاہدے کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہیں

آپ کی شادی بھی حضرت عیسےٰ رحمتہ اللہ علیہ کی دوسری دخترِ نیک اختر سے ہوئی[1] اس حرم سے حضرت احمد غوث کے چار صاحبزادے حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی شیخ عبدالرحمٰن، شیخ ظاہر، شیخ موسےٰ نواب، شیخ لعل دریا اور شیخ مُلّا فقیر دوسری بی بی سے پیدا ہوئے

جب حضرت محمد غوث کوٹ کروڑ تشریف لائے تو حضرت احمد غوث نے فرمایا، ،، لوحِ تقدیر میں لکھا ہے کہ شیخ عیسےٰ کی دوسری معصومہ میرے نکاح میں آئے گی[2] حضرت محمدؒ غوث نے یہ معاملہ اپنی اہلیہ محترمہ کے آگے رکھا تو وہ بہت خوش ہوئیں اور جب شیخ عیسےٰ ؒ سے نام و پیام کیا گیا تو وہ رضامند ہو گئے اور یوں آپ کی شادی بی بی جنت خاتون سے ہو گئی شادی کے بعد آپ نے اپنے بھائی حضرت وجیہہ الدین محمد غوث سے گذارش کی کہ وہ کوٹ کروڑ کی سلطنت سنبھال لیں لیکن انہوں نے انکار کر دیا اس کے بعد آپ نے خزانے کو تقسیم کرنے کو کہا تو حضرت محمد غوث نے یہ قبول نہ فرمایا حضرت احمد غوث نے شیخ حسن کو مستقل طور پر کروڑ کی حکومت کا والی مقرر کر دیا[3]۔ حضرت احمد غوث مجسمۂ علم و

---

[1] تذکرہ بہاؤالحق زکریاؒ [2] بحوالہ منبع البرکات [3] تذکرہ بہاؤالحق زکریاؒ

عمل تھے اور صاحب وجد و حال بزرگ تھے آپ کی ولایت، علمیت اور زہد و فکر کا دور دور تک شہرہ تھا اور طالبانِ حق اس چشمہ سے سیراب اور فیض یاب ہونے کے لیئے دور دور سے حاضر ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو روحانی و دینی دولت کے علاوہ اولاد کی دولت سے بھی سرفراز فرمایا جن میں حضرت عبدالرشید اپنے دور کے مشہور ولی اللہ تھے۔

آپ کی وفات کوٹ کروڑ میں ہوئی اور یہیں دفن ہوئے تاریخ وفات کا تعین ناممکن ہے اور نہ ہی کسی تذکرے سے معلوم ہوتا ہے آپ کا مزار دربار لعل عیسن کے شمالی طرف واقع ہے۔

حضرت مولانا زندہ علی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا زندہ علی صاحب کا شمار نہایت متقی۔ پرہیزگار اور بزرگ علماء میں ہوتا تھا۔ آپ نے ہزارہا لوگوں کو قرآنی تعلیمات سے بہرہ ور کیا لدھانہ میں درس و تدریس کرتے تھے۔ آپ کی تاریخ وفات ۱۳۰۸ھ ہجری ہے جو کہ ایک پتھر پر کنندہ ہے۔

حضرت عاشق علی سلطان

آپکا مزار مبارک چونگی ۳ کے ساتھ واقع ہے تفصیلی حالات نامعلوم ہیں۔

حضرت باباحسن شیر

آپکا مزار مبارک چک ۱۱ میں واقع ہے۔ ہر سال میلہ لگتا ہے آپکے حالات حضرت لعل عیسنؒ کے تذکرہ میں پڑھ سکتے ہیں۔

حضرت بہاؤالحق زکریاؒ

غوث پاک حضرت بہاوالحق زکریا سہروردی جن کا مزار مبارک ملتان میں مرجع خلائق عام ہے آپ کی پیدائش کروڑ لعل عیسن میں ۲۷ - ۵۶۵ ہجری بمطابق ۷۰ - ۱۱۶۹ء میں ہوئی ہے[1]۔ کروڑ لعل عیسن کو اس وقت تحصیل کی حیثیت حاصل ہے اور یہ ضلع لیّہ کی دوسری بڑی تحصیل ہے۔

سید جلال الدین بخاری اُچوی ملفوظ المخدوم میں آپ کی پیدائش سے متعلق لکھتے ہیں کہ میرے مخدوم شیخ بہاوالحق رحمتہ اللہ علیہ ۲۷ رمضان المبارک شب قدر ۵۶۶ ہجری کو کوٹ کروڑ میں پیدا ہوئے۔ حضرت غوث پاک پیدائشی ولی اللہ تھے روایت ہے کہ رمضان المبارک کے ماہ میں آپ صرف سحری اور افطاری کے درمیان سارا دن دودھ نہ پیتے اور جب آپ کے والد محترم تلاوت قرآن پاک کرنے بیٹھتے تو حضرت غوث پاک دودھ پینا چھوڑ دیتے تھے اس روایت کو ایک عقیدت مند نے یوں بیان کیا ہے۔

جبکہ قرآن پڑھتے تھے والد تیرے　　کان تھے تیرے بھی بس اس پر لگے

---

[1] فرشتہ نے تاریخ پیدائش ۵۷۸ ہجری لکھی ہے۔

ذوق تھا تجھ کو بہت قرآن کا　　شوق تھا تجھ کو بہت رحمان کا

حضرت ابھی کم عمر ہی تھے کہ آپ کے والد نے آپ کو مولانا نصیر الدین بلخیؒ کے پاس بٹھادیا مولانا بلخی اس وقت کوٹ کروڑ میں رہائش پذیر تھے آپ کے علم و عمل کا شہرہ و چرچا دور دور تک پھیلا ہوا تھا

حضرت غوث العالمین کے ذہن خداداد کا یہ عالم تھا کہ سات سال کی عمر میں قرآن پاک سات قرأتوں کے ساتھ حفظ کرلیا ۔ اس کے بعد درسی کتابوں اور صرف و نحو کی تعلیم میں مشغول ہوئے کہ ۵۷۷-۸ ہجری میں آپ کے والد محترم وفات پاگئے ۔ والد کی وفات کے بعد کچھ عرصہ بعد آپ اپنے چچا حضرت غوث احمد رحمتہ اللہ علیہ سے اجازت لے کر مزید تحصیلِ علم کے لیئے ملتان تشریف لے گئے تذکرۃ الملتان کے مطابق آپ نے یہاں مولانا عبدالرشید کرمانی سے تعلیم و تعلّم حاصل کیا اس کے بعد آپ نے ایران و توران کے مشائخ سے اکتساب فیض کیا وہاں سے علوم قرآن ، حدیث ، فقہ اور تفسیر کا علم حاصل کیا بخارا میں آٹھ سال قیام کیا اس کے بعد زیارت حرمین الشریفین کا شوق آپ کو مکہ مکرمہ لے گیا ، مناسک حج ادا کرنے کے بعد روضۂ رسول اللہؐ کی زیارت سے فیض یاب ہوئے سرزمین عرب میں پانچ سال تک قرب رسول میں گذارنے کے بعد بغداد تشریف لاکر شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی کے حلقہ ارادت میں شامل ہوکر سترہ دن کے اندر خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوئے۔

چونکہ قدرت خداوندی سرزمینِ ملتان کو قرامطیوں سے نجات دلانے کے لیئے آپ کو چن چکی تھی اس لیئے تائید ایزدی سے مرشد

کی طرف سے ملتان میں جا کر تبلیغ کرنے کا حکم ہوا آپ وہاں سے سیدھے ملتان پہنچے اور یہاں آ کر آپ نے علم و عرفان کی شمع روشن کی جو تاقیامت بھٹکے ہوئے انسانوں کو راہِ مستقیم پر چلنے کے لئے روشنی مہیا کرتی رہے گی۔

آپ رئیس الاولیاء تھے آپ کی کرامات بہت زیادہ ہیں ہندوستان میں سہروردی طریقت کے بانی ہیں

آپ کی ایک کرامت کے بارے روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ نے بھنور میں پھنسی ڈوبی ہوئی کشتی کو تائیدِ ایزدی سے بسلامت کنارے پر پہنچا دیا اس لیئے آج بھی جب کشتی بان دریا میں کشتی چلانے لگتے ہیں تو وہ مناجاتِ خداوندی کے بعد دم بہاؤ الحق کا نعرہ بلند کرتے ہیں

آپ اکثر فرماتے کہ بندہ پر واجب ہے کہ وہ بندگیٔ پروردگار میں صدق و اخلاص کو اپنا شعار بنالے ماسوا اللہ کے تصوّر کو مٹائے اور عبادات و اذکار میں غیر اللہ کی نفی کرے ایسا کرنے میں بندہ کو لازم ہے کہ وہ اپنے اعمال احوال کو درست کرے اور اپنے اقوال و افعال میں محاسبۂ نفس کرے گفتگو سے فی الامکان احتراز کرے ضرورت کے سوا کوئی بات نہ کرے۔

آپ کا مزار ملتان میں ہے آپ کا سالانہ عرس ہوتا ہے جس میں ہندوستان اور پاکستان سے لاکھوں عقیدت مند شامل ہو کر طالب خیر ہوتے ہیں۔

آپ کے مزید حالاتِ زندگی کے لیئے تذکرہ بہاؤ الدین زکریا کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

حضرت مخدوم عبدالرشیدؒ

آپ حضرت بہاؤالحقؒ کے چچا زاد بھائی اور حضرت احمد غوثؒ کے فرزند نیک بخت تھے آپ حضرت بہاؤالحق سے تین سال چھوٹے تھے[1] اس طرح سے آپ کی تاریخ پیدائش ۵۶۹ ہجری بنتی ہے آپ کی پیدائش بھی کوٹ کروڑ لعل عیسن میں ہوئی آپ سلسلہ قادری کے زبردست روحانی قوت کے حامل ولی اللہ تھے جب شہاب الدین غوری نے اس علاقے کو زیرِ نگیں کیا تو سلطان غوری نے آپ کو اور آپ کے خاندان کو جو کہ کوٹ کروڑ ضلع لیہ میں عرصہ دو سو سال سے تبلیغ و تعلیم میں مصروف تھا اب ملتان کو قرامطیوں سے ہمیشہ کے لیے پاک کرنے اور وہاں کے سیدھے سادے مسلمانوں کی رہنمائی کا فریضہ سونپ دیا۔

آپ نے ابتدائی تعلیم کوٹ کروڑ ہی میں حاصل کی اس کے بعد ملتان میں علم حاصل کرتے رہے بعد ازاں میراں سید علیؒ کی خدمت میں حاضر رہ کر ایک مدت تک اپنے پیرِ طریقت کی خدمت کرتے رہے حضرت میراں سید سے آپ کو خرقہ خلافت حاصل ہوا

ملتان میں جب حضرت غوث بہاؤالحق زکریاؒ تشریف لائے تو آپ

---

[1] تذکرہ بہاؤالحق زکریاؒ

کچھ عرصہ بعد اجازت لے کر حجاز مقدس کی زیارت کے لیئے روانہ ہوئے زیارتِ مقدسہ اور حج کی فرصت سے فیض یاب ہونے کے بعد ملتان تشریف لائے اور ملتان سے مشرق کی طرف مستقل رہائش پذیر ہو گئے۔ جو کہ آپ کی نسبت سے مخدوم رشید پور کہلاتا ہے۔

آپ نے چار شادیاں کی تھیں جن میں سے ایک حضرت غوث بہاؤالحق زکریا کی ہمشیرہ محترمہ، دوسری شادی شاہ تعلق کی لڑکی سے تیسری شادی رائے لونا کی بیٹی سے اور چوتھی شادی قوم مڑل کی ایک خاتون سے ہوئی اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار فرزند مخدوم سلطان ابوبکر، مخدوم محمد سلطان مخدوم حسن اور مخدوم صدرالدین عطا فرمائے جو کہ سب صاحبِ کرامت تھے

ایک دفعہ مخدوم رشید کے پیٹ میں درد تھا حضرت غوث بہاؤالحق نے بطور خاص ایک پڑیا دوائی کی بھجوائی آپ نے فرمایا کہ بھائی کی اس پڑیا سے میں اکیلا فائدہ حاصل نہیں کرنا چاہتا بلکہ تمام مخلوقِ اللہ بھی اس سے مستفید ہو یہ کہہ کر آپ نے وہ پڑیا کنوئیں میں ڈالنے کا حکم دیا پڑیا کنوئیں میں ڈال دی گئی اور رحمتِ خداوندی ہے کہ اس کنوئیں کے پانی سے آج بھی مریض شفا پاتے ہیں اور یہ زندہ کرامت اُن لوگوں کے لیئے تازیانۂ عبرت ہے جو کراماتِ اولیا اور مقامات اولیا سے انکار کرتے ہیں۔

آپ کا مزار مخدوم رشید پور ملتان میں ہے

للی لال (حالات نامعلوم)

حضرت حافظ حسن علی گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

بہ قلم صاحبزادہ مسعود الحسن گیلانی حسنی

مولانا و مرشدنا و شیخنا مولانا حضرت پیر حافظ حسن علی گیلانی چشتی حیدری رحمتہ کا مزار پر انوار لیہ چوک اعظم روڈ پر گیلانی منزل میں مرجع خلائق عام ہے حضرت پیر حافظ حسن علی صاحب کے بزرگان عظام آسمان روحانیت پر آفتاب بن کر چمکے جن کی شمع ہدایت سے گمراہ تیرائے دل منور ہوئے حضرت صاحب کا سلسلہ نسب ۲۵ واسطوں سے پیران پیر دستگیر غوث اعظم حضرت سید عبد القادر جیلانی بغدادی سے ملتا ہے مرشدنا حضرت حافظ حسن علیؒ کے آباؤ اجداد جبی شریف ضلع خوشاب میں متوطن تھے ۔آپ کی پیدائش مبارک حضرت سید ولایت علی شاہ صاحب چشتی سلیمانیؒ کے ہاں جبی شریف میں یک شنبہ ۲۹ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ کو ہوئی جبی شریف میں پرورش پا کر کامل اساتذہ کی نگرانی اور اپنے دادا محترم کی راہنمائی میں علوم ظاہری و باطنی سے انتساب کیا آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ قادریہ کے ایک عظیم روحانی پیشوا تھے ۔آپ کو اجازت سلسلہ اور خرقہ خلافت اپنے دادا پاک حضرت پیر سید حیدر علی شاہ صاحب گیلانی چشتی سلیمانی سے عنایت ہوئے حضرت حیدر علی شاہ صاحب حضرت خواجہ خواجگان خواجہ کریم شاہ اللہ بخش تونسویؒ کے نامور خلیفہ ۔ عابد ،زاہد ،ولی کامل اور صاحب کرامت بزرگ تھے جن کا مزار پر انوار جبی شریف ضلع خوشاب میں مرکز فیوضات و برکات اور انوار تجلیہ ہے!

حضرت پیر حسن علیؒ نے اپنی پاک ظاہری حیات مبارک لوگوں کو اتباع شریعت پر عمل پیرا ہونے اور عقائد باطلہ کی اصلاح کیلئے تعلیم و تبلیغ میں گزاری آپ اکثر اپنے پر تاثیر نورانی بیان میں لوگوں کے ظاہری عقائد کی درستی کی تلقین کرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں

کے دِلوں کو خدائے واحد کی یاد میں منہمک کرنے کی کوشش فرماتے آپ اکثر فرماتے
کہ آج کا مسلمان دنیا کا حریص بن گیا ہے لوگ میرے پاس اولاد اور رزق کی زیادتی
کیلئے تو دعا کراتے ہیں لیکن اللہ کے ایسے بندے بہت کم ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے
دل کی اصلاح فرماکر یاد اللہ کی طرف لگا دیں آپ اس دنیا کو ایک سرائے قرار دیتے اور
فرماتے کہ یہاں تھوڑا سا وقت گزار کر اصلی زندگی کی طرف لوٹنا ہے اس لیئے آئندہ زندگی
کے سفر کا اسباب جمع کرنا چاہیئے آپ کی زبان مبارک پر اکثر یہ شعر رہتا تھا

لے کیا بھروسہ ہے زندگانی کا آدمی تو اک بلبلہ ہے پانی کا

آپ اس پُر شور دنیاوی زندگی سے کنارہ کش ہو کر ہر وقت عبادتِ خداوندی میں مصروف
رہتے۔ یہاں تک کہ شہر کی پر شور زندگی سے تنگ آکر آپ نے شہر سے باہر جنگل میں ڈیرہ
لگایا۔ اس جگہ آپ کا ڈیرہ لگانا بھی قدرت کی طرف سے شاید آپ ہی کیلئے مخصوص کر
دیا گیا تھا کیونکہ میاں غلام محمد صاحب جو کہ ایک عالم باعمل اور متقی بزرگ تھے اکثر
فرماتے تھے کہ جب ہم کبھی موجودہ گیلانی منزل کی طرف سے گزرتے تھے تو کوئی نادیدہ
طاقت ہمیں اس جگہ کے ادب اور تقدس کو برقرار رکھنے پر مجبور کر دیتی تھی اور جب
ہم یہاں سے گذرتے تو جوتے اتار کر گزرتے تھے۔ ویسے بھی جہاں آج کل حضرت
صاحب کا مزار مبارک ہے اس کے ساتھ والے ٹیلہ پر لوگ پرانے وقتوں میں
آکر اکثر خیرات پکوا کر تقسیم کرتے منتیں مانی جاتی تھیں مرادیں پوری بھی ہوتی تھیں
حضرت صاحب گیلانی منزل میں زیب آرائے آستاں ہوئے تو زیادہ تر وقت
عبادتِ الٰہی میں گزارتے اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک اچھی خاصی پر رونق آبادی بن گئی
آپ نے یہاں ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی اور طالبانِ حق و تشنگانِ علم کی ظاہری و باطنی
تربیت کرنے لگے اور اپنے مریدین کو تلقین فرماتے کہ ہمیشہ رزق حلال کھائیں اور سچ
کا دامن کسی بھی صورت میں نہ چھوڑیں آپ اکثر فرماتے کہ طالب صادق کو قرب خدا

حاصل کرنے کیلئے اکلِ حلال اور صدقِ فعال پر نہایت مضبوطی سے کاربند رہنا ضروری ہے بصورت دیگر عبادات اور ذکر و فکر کچھ اثر انداز نہ ہوں گے طالب خدا کو چاہیئے کہ جب کھائے تو پیٹ بھر کر نہ کھائے بلکہ کھانے پینے کا مقصد حصولِ قوت عبادت الٰہی ہونا چاہیے زندگی بھر سیر ہو کر نہ کھانا پینا اور نفس کو نفسانی خواہشات سے روکنا باطنی روزہ کہلاتا ہے طالبان کو چاہیے کہ اپنے باپ دادا کے علم اور عمل اور ذات پر مغرور نہ ہو اور اپنی ہستی کو مٹا دے۔ مجاہدہ کرے اور بری عادتوں کو خوشی سے چھوڑ دے۔ ظاہری عمل پر فخر نہ کرے۔ باطنی عمل کو ظاہر نہ کرے اور غیر خدا کی یاد دل سے مٹا دے آپ کی تمام زندگی اسوہ رسولؐ کے مطابق گزری دنیا اور دنیاداروں سے آپ کو محبت نہ تھی ہمیشہ خدائے ذوالجلال پر متوکل رہے۔ گیلانی منزل میں لنگر کا انتظام اس انداز سے ہوتا تھا کہ سب امیر، غریب، مسافر۔ طلباء، اور فقراء کو کھانا ملتا لنگر شریف اور زمینوں کی طرف کم توجہ نہ دی اور نہ کبھی لنگر کے اخراجات اور آمد کے متعلق متفکر ہوئے قدرت کاملہ سے تمام انتظامات باحسن خوبی سرانجام پا گئے۔

کرامات

حضرت صاحب کی زندگی لوگوں میں اصلاح نفس اور عقائد باطلہ کی درستی کرنے میں گزری۔ آپ کی حیات مبارک میں بہت سی کرامات۔ مکاشفات اور خوارقِ عادات ظہور میں آئیں لیکن یہاں صرف چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے ایک دفعہ میرے حضرت صاحب موضع کانگا ضلع مظفرگڑھ میں تھے بندہ ناچیز بھی ہمراہ تھا شیخ عبدالحی عرف صوا جو کہ حاذق حکیم ہونے کے ساتھ ساتھ ایک نیک سیرت اور روشن دل رکھنے والے انسان تھے، حاضر خدمت ہوا عرض کی کہ حضرت صاحب دریائے چناب اس وقت تیزی سے کٹاؤ کر رہا ہے اگر یہی رفتار رہی تو چند پہروں کے بعد میرے مکانات بھی دریا برد ہو جائیں گے۔ غریب نواز آپ تشریف لائے ہیں میں تو آپ

کو یاد کر رہا تھا۔ خدا سے دعا فرمائیں یہ مصیبت ٹل جائے حضرت بابا سائیں نے
فرمایا۔ حکیم صاحب غم نہ کرو اللہ کارساز ہے مہربانی فرمائے گا یہ کہہ کر حکیم صاحب
کے ساتھ ہو لیئے بندہ ناچیز بھی ساتھ تھا جب وہاں حکیم صاحب کے گاؤں
پہنچے تو نماز مغرب کا وقت تھا سرکار کی اقتدار میں نماز ادا کی نماز کے بعد
آپ نے دعا کے لیئے ہاتھ اٹھائے اور نہایت انہماک سے دعا فرمائی شان قدرت
دریا کا کٹاؤ رک گیا۔ وہ مسجد اور حکیم صاحب کے مکانات اب تک موجود ہیں
کمالیہ کے ایک پیر بھائی کبیر خان بے اولاد تھا عمر ۶۰ سال ہو چکی تھی حضرت کا
عقیدت مند اور مرید تھا اکثر آپ کی خدمت میں اولاد نرینہ کی دعا کیلئے استدعا کرتا رہا
مدت گزر گئی لیکن کبیر خان بھی استدعا کرتا رہا ایک مرتبہ آپ نے کبیر خان کو اجازت دے
دی کہ میاں تمہیں کسی اور مستجاب الدعا کے پاس جانا ہو تو جا سکتے ہو فقیر کی طرف سے
اجازت ہے تاکہ تمہیں اولاد نرینہ مل سکے
کبیر خان نے عرض کی کہ حضرت غریب نواز اگر اولاد ملے گی تو آپ کی دعا سے بصورت دیگر
بندہ کو کسی اور کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے غلام مذکور کا یہ جواب سن کر حضرت
صاحب نے لنگر شریف کی روٹی کا ایک ٹکڑا عنایت فرمایا اور حکم دیا کہ اپنی
زوجہ کو جا کر کھلا دے کبیر خان نے ایسا ہی کیا بفضل خدا ایک سال بعد جڑواں
لڑکی اور لڑکا پیدا ہوئے
حاجی فقیر احمد کھوکھر بیان کرتے ہیں کہ ہمارے گھر کی دیوار گر گئی ہم جب وہاں پہنچے
تو ہمارے دل میں گمان بھی نہ تھا کہ دیوار کے نیچے کوئی بچہ ہو سکتا ہے اور بھی
بہت سے لوگ جمع ہو گئے کہ اتنے میں دیوار کے نیچے سے آواز آئی بابا۔ بابا
ہم نے جب اینٹیں ہٹائیں تو نیچے سے میری ۷ سالہ بچی اٹھ کھڑی ہوئی ہم بہت
حیران ہوئے کہ دیوار کے نیچے آنے کے باوجود بچی کیسے بچ گئی جب ہم نے بچی

سے پوچھا تو وہ کہنے لگی کہ ابو وہ ہمارے پیر صاحب میرے ساتھ تھے انہوں نے مجھ پر دیوار نہیں آنے دی۔ اور انہوں نے مجھے کہا کہ اپنے ابو کو بلاؤ۔

قاضی خدا بخش چاہ کوٹھے والا ضلع لیہ بیان کرتا ہے کہ ایک مرتبہ ہم بمع اہل وعیال ملتان بغرض زیارت حضرت غوث العالم بہاؤالدین زکریا کے دربار عالیہ پر گئے ہوئے تھے واپسی سے قبل خواتین اور بچوں کو حسین آگاہی کے ساتھ ایک مسجد میں بیٹھا کر خود بازار چلے گئے بازار سے واپس آئے تو پتہ چلا کہ قادر بخش کا لڑکا رشید احمد جس کی عمر ۶،۵ سال تھی مسجد سے باہر چلا گیا کافی تلاش کیا نہ ملا مسجد میں سپیکر پر اعلان کرایا گیا۔ کافی تلاش کیا نہ ملا پھر ایک گلی سے بچہ مسجد کی طرف آتا دکھائی دیا اسے ساتھ لیا اور پوچھا کہ کہاں چلا گیا تھا اس نے جواب دیا کہ میں مسجد سے باہر گیا تو مجھے آپ لوگ نہ ملتے تھے میں رونے لگا کہ اتنے میں ہمارے پیر صاحب (حضرت حسن علیؒ) میرا ہاتھ پکڑ کر اس طرف سے آئے اور وہ ابھی میرے ساتھ تھے آپ کو دیکھ کر کہیں چلے گئے

حضرت کا وصال ۲۶ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ بمطابق ۱۲ جنوری ۱۹۸۳ء کو ہوا آپ کی اس یاد میں ہر سال ۲۶ ربیع الاول عرس مبارک منایا جاتا ہے قوالی ہوتی ہے اور لنگر تقسیم کیا جاتا ہے!

ڈیڈو فقیر جوئیہ (حالات نامعلوم)

حضرت لعل عیسن رح

حضرت غوث العالمین بہاوالحق زکریا کے خاندان کو کوٹ کروڑ سے ملتان منتقل ہوئے ساڑھے تین سو سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا تھا اس خاندان نے برصغیر میں داخل ہو کر دینِ اسلام کی جس شمع کو روشن کیا تھا اس کی کرنیں پنجاب سے لے کر مشرقی بنگال تک پہنچیں۔

کوٹ کروڑ جو اس خانوادہ قریش کے دم قدم سے اسلام کا ایک عظیم قلعہ تھا اب پھر سے ہندومت کا زور ہو گیا لوگوں نے اسلام کی روایات کو پسِ پشت ڈال دیا مسلمان صرف نام کے مسلمان رہ گئے تھے کوٹ کروڑ شیطانیت اور برائیوں کی آماجگاہ بن گیا تھا اور یہاں کے لوگوں پر قحط عذابِ الٰہی بن کر نازل ہو چکا تھا جانور بھوک سے تڑپ تڑپ کر مر چکے تھے انسان درختوں کے پتوں پر گذارہ کر رہے تھے، یہ تھے وہ حالات، جب ولی کامل عالم بے بدل حضرت لعل عیسن کوٹ کروڑ میں تشریف لائے۔

آپ کا اصل نام شیخ محمد یوسف تھا لیکن آپ لعل عیسنؒ کے نام سے مشہور ہوئے اور آپ کے اسی معروف نام کی وجہ سے کوٹ کروڑ کروڑ لعل عیسن کے نام سے مشہور ہوا۔

حافظ دین محمد صاحب امام مسجد دربار حضرت لعل عیسن روایت۔

کرتے ہیں کہ حضرت محمد یوسف، حضرت شاہ عیسےٰ بلوٹ سے محبت و عقیدت رکھتے تھے آپ کا زیادہ وقت وہیں گذرتا تھا۔ شاہ عیسےٰ بلوٹ آپ کو پیار سے لعل کہتے تھے جب حضرت شاہ عیسےٰ بلوٹ نے اس جہان فانی سے کوچ فرمایا تو لوگ آپ کو لعلِ عیسےٰ کہنے لگے جو کہ وقت گذرنے کے ساتھ لعل عیسن بن گیا اور آپ کا یہ نام اس طرح مشہور ہوا کہ اب آپ کا اصل نام بہت ہی کم لوگوں کو معلوم ہے اور آج تک یہ نام لعل عیسن رحمتہ اللہ علیہ چلا آتا ہے

حضرت مخدوم لعلِ عیسن کے والد بزرگوارم اپنے وقت کے صاحبِ مردِ مومن اور صاحب کرامات بزرگ تھے یہ عظیم بزرگ حضرت مخدوم بہاالدین ثانی تھے۔ مخدوم بہاؤالدین ثانی کا مرتبہ مشائخ ملتان میں بہت بلند تھا اور آپ کی بزرگی کا شہرہ دور دور تھا ۹۳۱ ہجری میں جب شاہ حسین ارغون نے ملتان پر حملہ کیا حضرت بہاؤالدین ثانی کی وجہ سے باز آیا اور انہی کی وجہ سے ملتان لوٹ مار اور قتل و غارت سے محفوظ رہا۔ حضرت بہاوالدین کی وفات ۱۵۲۵ عیسوی میں ہوئی[1]

مخدوم لعل عیسن کے ایک اور بھائی حضرت شیخ کبیر رحمتہ اللہ علیہ تھے شیخ کبیر، مخدوم محمد یوسف المعروف لعل عیسن سے عمر میں چھوٹے تھے شیخ کبیر نے بچپن میں ایک مرتبہ والد کی پگڑی کو ہاتھ لگایا تو آپ کے والد نے فرمایا، بیٹا! انشاءاللہ تو بھی ایک دن صاحب پگ ہو گا۔ حضرت بہاؤالدین ثانی وفات پا گئے تو آستانہ غوثیہ کی گدی

---

[1] تاریخ ملتان۔

نشینی وجہ نزع بن گئی

خاندانی روایات کے مطابق تو گدی نشین ہونے کا حق محمد یوسف کا تھا مگر شیخ کبیر گدی نشین ہونے کے دعوے دار تھے اور اپنے اس دعوے کی بنیاد اپنے والد کے فرمائے ہوئے الفاظ بتاتے تھے اس جھگڑے نے طول کھینچا تو فیصلہ حاکم وقت تک پہنچا۔ حاکم ملتان نے علماء اور مشائخ کو جمع کیا لیکن وہ بھی گدی نشینی پر متفق نہ ہو سکے آخر کار یہ فیصلہ قرار پایا کہ دونوں بھائیوں کی پگڑیاں حضرت غوث العالمین بہاؤالدین زکریاؒ کے مزار مبارک میں رکھ دی جائیں اور مزار کو تالا لگا دیا جائے صبح کو دروازہ کھول کر دیکھا جائے گا کہ جس بھائی کی پگڑی مزار کے تعویذ کے ساتھ بندھی ہو گی وہ سجادہ نشین قرار پائے گا دونوں بھائیوں کی پگڑیاں مزار کے اندر فیصلہ کے مطابق رکھی گئیں اور مزار کو تالا لگا کر چابی حاکم ملتان نے اپنے پاس رکھ لی صبح جب علماء و مشائخ کی موجودگی میں دربار کا دروازہ کھولا گیا تو دونوں پگڑیاں قبر کے ساتھ بندھی ہوئی تھیں حاکم ملتان اور علماء کرام ایک مرتبہ پھر مخمصے میں پڑ گئے لیکن چونکہ منشائے ایزدی اسی طرح تھی کہ محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ اپنے آباؤ اجداد کے وطن کورٹ کروڑ میں رونق افروز ہوں فیصلہ حضرت شیخ کبیرؒ کے حق میں ہوا۔[1]

شیخ کبیر آستانہ غوثیہ کے سجادہ نشین قرار پائے۔ حضرت لعل عیسن اس فیصلہ سے آزردہ ہوئے غوث الاسلام حضرت بہاؤالدین زکریا کے مزار میں

---

[1] تاریخ ملتان جلد دوئم۔

داخل ہوئے پرنم آنکھوں سے قبر پر بوسہ دیا سرہانے رکھے ہوئے قلمی قرآن پاک کو اٹھایا[1] الوداع کر کے دہاں سے چل دیئے۔ ذہن میں منزل کا کوئی خاکہ موجود نہ تھا شہر سے باہر نکلے تو آپ کا رُخ شمال مغرب کی طرف تھا

رات ایک گاؤں میں بسر کی۔ خواب میں حضرت غوث بہا والحق زکریا کی زیارت سے مشرف ہوئے حضرت نے آپ سے فرمایا بیٹا! تم اتنے غمگین کیوں ہو کوٹ کروڑ میں جہاں ہمارے آبا و اکرام نے صدہا سال تک علم و عرفان کی شمعیں روشن کی تھیں پھر اس پر بے دینی کی گھٹا ٹوپ ظلمت چھا چکی ہے قدرت کو یہی منظور ہے کہ تم وہیں پہنچو اور بھولی بھٹکی ہوئی مخلوق کو راہ ہدایت پر لے آؤ کوٹ کروڑ میں تم میرے سجادہ کی حیثیت سے کام کرو گے اور لاکھوں بندگانِ خدا کو فائدہ پہنچے گا۔ آپ نے یہ بشارت سنی تو دِل باغ باغ ہو گیا خوشی خوشی کوٹ کروڑ کی طرف روانہ ہوئے۔

آپ جب کوٹ کروڑ میں پہنچے تو یہاں کی مخلوق کو بھوک کے ہاتھوں نڈھال پایا خشک سالی کے باعث سبزے کا نام و نشان تک نہ ملتا تھا آپ نے شہر سے باہر ڈیرہ لگایا اور عبادت میں مشغول ہو گئے لوگوں نے جب دیکھا کہ ایک نورانی صورت شخصیت تشریف فرما ہے تو آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے آپ نے جب لوگوں کو بھوک سے نڈھال دیکھا تو آپ لوگوں کی اِس مصیبت کو دیکھ کر برداشت نہ کر سکے خداوند تعالیٰ کی

---

[1] یہ قرآن پاک اب آپ کے مزار شریف میں موجود ہے جو کہ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی کے ہاتھ مبارک کا لکھا ہوا ہے۔

درگاہ میں دعا کے لیئے ہاتھ پھیلائے آپ کی دعا قبول ہوئی آپ
نے لوگوں سے فرمایا کہ جاؤ دریا سے مچھلیاں پکڑو اور پکا کر کھاؤ لوگوں
نے عرض کی دریا کی تمام مچھلیاں ہم پہلے ہی پکڑ کر ختم کر چکے ہیں آپ
نے دوبارہ فرمایا کہ جاؤ دریا سے مچھلیاں پکڑو اور پکا کر کھاؤ اللہ تعالیٰ
برکت دے گا کوٹ کروڑ کے تمام لوگ یہ سن کر دریا پر پہنچے تو یہ
دیکھ کر حیران رہ گئے کہ جس دریا میں صبح تک ایک مچھلی نہ پائی جاتی
تھی اب اس دریا میں مچھلیوں کی نسبت پانی بھی کم نظر آتا تھا لوگ
آپ کی یہ کرامت دیکھ کر بہت معتقد ہوئے آپ کی اِس کرامت کے
متعلق آج تک یہ کہا جاتا ہے۔

لالن ٹ آیا کچھی یک حصہ پانی ڈو حصے مچھی

یعنی لالن ٹ (لعل عیسن) علاقہ کچھی میں تشریف لائے تو آپ کے آنے
کی برکت سے دریا میں ایک حصہ پانی اور دو حصے مچھلی ہو گئی۔

اب لوگ ہر وقت پروانہ وار آپ کے پاس آنے لگے آپ نے یہاں
ایک مسجد کی بنیاد رکھی جو اب بھی آپ کے مزار کے سامنے موجود ہے
کنواں کھدوایا حجرے تعمیر کرائے ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی علم کے
پیاسے اس چشمۂ فیض سے سیراب ہونے لگے درس و تدریس کا سلسلہ
وسیع ہوا لوگ دور دور سے آنے لگے مسلمانوں میں تعلیم و تدریس کرنے
کے ساتھ ساتھ آپ ہندوؤں میں بھی ایک خدا کی تعلیم و تبلیغ کرتے آپ
کی تبلیغ سے ہزارہا ہندو مسلمان ہوئے روایت ہے کہ ملتان میں آپ نے
اپنے والد سے تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے ساتھ دوسرے علماء وقت
سے بھی علم حاصل کیا۔ آپ کے اِن اساتذہ میں حضرت ملوک سندھی

کا نام نامی بھی ملتا ہے۔ حضرت لعل عیسن جب ملتان چھوڑ کر کروڑ میں متمکن ہوئے تو آپ کے استاد محترم حضرت ملوک سندھی بھی کوٹ کروڑ تشریف لائے۔ مولانا سندھی بھی آپ کو سجادگی کا حق دار جانتے ہوں گے اس لیئے مولانا سندھی کے کروڑ آنے کی وجہ یہی ہو گی دوسرے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوٹ کروڑ میں ہزار ہا تشنگانِ علم جمع ہو گئے تھے شاید قدرت ان کی روحانی تربیت حضرت ملوک سندھی سے کرانا چاہتی ہو بہرحال پیر ملوک سندھی نے اس علاقہ میں دین اسلام کی تعلیم و تبلیغ میں اہم کردار ادا کیا۔ مولانا سندھی نے کوٹ کروڑ میں وفات پائی اور یہیں دفن ہوئے مولانا سندھی کی قبر روضہ حضرت لعل عیسن کے شمال جانب آج بھی موجود ہے جس پر مولانا پیر ملوک سندھی کے نام کی ملتانی اینٹ لگی ہوئی ہے

حضرت لعل عیسن نے کروڑ کو جائے مسکن بنا لیا تھا لیکن آپ کو سیر و سیاحت کا شوق بھی تھا آپ زیادہ تر دریائے سندھ میں کشتی کے ذریعے سفر کرتے تھے جہلم سے لے کر علاقہ سندھ تک آپ کے آنے جانے اور تبلیغ کرنے کے ثبوت ملتے ہیں۔

میاں آدم شاہ کلہوڑہ جو کہ مہدوی تحریک کے بانی سید محمدؒ جونپوری سے سلسلہ سہروردیہ میں بیعت تھے اور بذاتِ خود بھی ایک بزرگ تھے ہزاروں کی تعداد میں مرید رکھتے تھے وہ حضرت لعل عیسن سے دلی عقیدت رکھتے تھے ایک دفعہ جب حضرت لعل عیسن ٹمبہ میں تشریف فرما تھے یہاں آدم شاہ نے آپ کی قدم بوسی کی اور دل کو شاد کیا۔ میاں آدم شاہ کلہوڑہ کی آپ سے عقیدت اور محبت کا اندازہ اس بات سے چلتا

ہے کہ جب مغلیہ حکومت کے دور میں آدم شاہ پر فوج کشی کی گئی تو
میاں آدم شاہ کو گرفتار کر لیا گیا اور پھانسی دینے کا حکم ہوا آدم شاہ
نے اپنی جو آخری خواہش ظاہر کی وہ یہ تھی کہ اُسے کوٹ کروڑ لے جا
کر حضرت مخدوم لعل عیسن کی زیارت سے شرف یاب ہونے دیا جائے
لہٰذا میاں آدم شاہ کلہوڑا کوٹ کروڑ میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر
ہو کر دعا کا طلبگار ہوا۔ میاں فقیر حکیم الٰہی بخش سرائی لیّہ روایت کرتے
ہیں کہ حضرت لعل عیسن نے اس واقعہ کو مشیت ایزدی قرار دیا اور
خدا پر راضی برضا رہنے کی تلقین کی اس موقع پر حضرت لعل عیسن
نے میاں آدم شاہ کلہوڑہ کو ایک بہترین مشکی بیل تحفتاً عنایت فرمایا۔
جن دنوں حضرت لعل عیسن کوٹ کروڑ میں تشریف لائے اُن
دنوں اس علاقہ پر بلوچ حکمران تھے دریائے سندھ کے دونوں کناروں
پر بلوچ آبادیاں قائم تھیں۔ ڈیرہ اسماعیل خان، ڈیرہ غازی خان
سرزمین لیّہ، سیت پور اور سندھ میں ٹھٹھہ تک کے لوگ آپ سے
گہری عقیدت اور محبت رکھتے تھے اس وقت کے حکمران اسماعیل خان
فتح خان اور غازی خان چہارم آپ کے حد درجہ عقیدت مند تھے کوٹ
کروڑ میں آپ نے جو مدرسہ قائم کیا تھا اس میں توسیع کے لیئے ان
حکمرانوں نے پختہ مسجد، حجرے اور عمارات تعمیر کرائیں آپؒ کا مزار
بھی انہیں بلوچ سرداروں نے بنوایا اور بعد از وفات میں حضرت
لعل عیسن رحمتہ اللہ علیہ کی پائینتی میں مدفون ہوئے

ے مرقع ڈیرہ غازی خان

جو اُن کی عقیدت کا ثبوت ہے

آپ کی کرامات ویسے تو بہت ہیں لیکن ایک روایت جو کہ آج بھی سینہ بہ سینہ چلی آتی ہے۔ اس کی تصدیق کتاب اذکارِ قلندری سے بھی ہوتی ہے[1] کہ آپ جب اپنے والد محترم کی وفات کے بعد کوٹ کروڑ میں تشریف لائے تو یہاں قحط اور خشک سالی تھی گندم کی کاشت کا موسم تھا نہ زمین میں نمی تھی کہ کسان ہل چلا سکیں اور نہ ان کے پاس گندم کا بیج تھا کہ وہ فصل کاشت کر سکیں لوگوں نے آپ سے بارش کے لئے دعا کی التجاء کی تو آپ نے بارگاہ خداوندی میں خشک سالی دور کرنے اور بارش برسانے کے لئے گذارش کی جو کہ مقبول ہوئی بعد از بارش لوگ پھر حاضر ہوئے کہ ہمارے پاس تو فصل بونے کیلئے بیج بھی نہیں ہے آپ نے لوگوں سے فرمایا کیا تمہارے پاس گندم کا بھوسہ موجود ہے؟ لوگوں نے ہاں میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا کہ جاؤ کھیتوں میں بھوسہ بکھیر کر ہل چلا دو انشاء اللہ فصل اُگ آئے گی لوگوں نے آپ کی ہدایت پر عمل کیا کھیتوں میں بھوسہ بکھیر کر ہل چلا دیئے خدا کی قدرت سے بھوسے کے ڈنٹھل پھوٹ پڑے اور ایسی بھرپور فصل ہوئی کہ اناج کے ڈھیر لگ گئے۔

حضرت حاجی عبدالوہاب دین پناہؒ آپ کے ہمعصر اور ہم زمان تھے ان کا مزار دائرہ دین پناہ تحصیل کوٹ ادو میں ہے۔ روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت لعل عیسنؒ مکان کی دوسری منزل میں کھڑکی سے

---

[1] بحوالہ تاریخ ملتان

سر نکال کر باہر دیکھ رہے تھے کہ حضرت دین پناہؒ کی کشتی ٹھٹکی پر رواں دواں تھی آپ کو یہ ناگوار گذرا اور آپ نے وہ کشتی وہیں روک دی جب حضرت عبدالوہاب دین پناہ رحمتہ اللہ نے کشتی کو رکے ہوئے دیکھا تو کشف سے سبب معلوم ہوا۔ دین پناہ نے حضرت لعل عیسن پر نظر ڈالی اور فرمایا اچھا سنگلا (سینگوں والا) کشتی تو نے روکی ہے؟ حضرت دین پناہ کے یہ کہنے سے حضرت لعل عیسن کے سر پر سینگ نمودار ہو گئے جن کی وجہ سے آپ کا سر کھڑکی میں پھنس کر رہ گیا حضرت لعل عیسن نے سر پر سینگ دیکھے اور خود کو پھنسے ہوئے پایا تو کشتی کو روانہ ہونے کا حکم دیا کشتی روانہ ہوئی تو حضرت لعل عیسن کے سر سے سینگ بھی غائب ہو گئے۔

آپ کا مزار پُر انوار بلوچ سرداروں نے تعمیر کرایا تھا۔ آپ کے مزار مبارک پر ہر سال ۱۴ بھادوں کو ایک بہت بڑا میلہ لگتا ہے جو کہ چودھویں کا میلہ کہلاتا ہے اس میلے میں دور دور سے لوگ شرکت کرنے کے لیئے آتے ہیں اونٹوں کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔ کبڈی، دودا، والی بال اور دوسرے مقامی کھیلوں کے مقابلے ہوتے ہیں جب سے ملک احمد علی اولکھ ٹاؤن کمیٹی کروڑ کے چیرمین بنے ہیں میلے کے انتظامات میں بہتری ہوئی ہے۔ یہ میلہ تین دن تک رہتا ہے لیکن میلہ شروع ہونے سے ہی قبل ایک ہفتہ سے لوگ یہاں جمع ہونا شروع ہونے لگتے ہیں

آپ کے مزار مبارک پر مسجد میں تعلیم و تدریس کا سلسلہ آج بھی جاری ہے لیکن آج نہ تو مولانا ملوک سندھیؒ جیسے جید عالم اساتذہ، اور حضرت شیخ محمد یوسف لعل عیسن ولی کامل موجود ہیں کہ جن کی ایک

نگاہ حیات انسانی کی کایا پلٹ دے آج ہمارے لیئے ان برگزیدہ ہستیوں کے یہ مزارات بھی غنیمت ہیں کہ اگر ایک تنگ سے تنگ دل انسان کو جو روحانی سکون مزارات پر حاضری دینے سے ملتا ہے اس کیفیت سے صرف وہی لذت آشنا ہیں جو اس نعمت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔

حضرت لعل عیسن نے جب کروڑ میں تعلیم و تربیت کا کام شروع کیا تو آپ کے نام لعل عیسن کی وجہ سے کوٹ کروڑ، کروڑ لعل عیسن کے نام سے مشہور ہوا

ایک روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ نے دریا میں ایک ٹانگ پر کھڑے ہوکر ایک کروڑ مرتبہ سورۃ مزمل کا ورد کیا جب ایک کروڑ مرتبہ سورۃ مزمل کا ورد ہوچکا تو آپ دریا سے باہر آئے۔

دریا کے کنارے کھجوروں کے درخت تھے اور پھل لگے ہوئے تھے آپ نے کھجور کے درخت سے لگے ہوئے ایک خوشے کی طرف اشارہ کیا اور سورۃ مزمل کی ایک آیت پڑھی تو خوشہ ایک دم درخت سے کٹ کر نیچے آگرا۔

آپ کے بھائی حضرت شیخ کبیر جو کہ دربار غوث العالمین حضرت بہاؤ الحق زکریا رحمتہ اللہ علیہ کے سجادہ نشین تھے ۱۵۸۷ء میں رحلت فرماگئے لیکن حضرت لعل عیسن رحمتہ اللہ علیہ کی تاریخ وفات نامعلوم ہے تاہم قیاس کیا جاتا ہے کہ آپ کی وفات ۱۵۸۰ء اور ۱۶۰۰ء کے درمیان ہوئی ہوگی۔

حضرت لعل عیسن کی روحانیت سے ہزارہا لوگوں نے فائدہ اٹھایا آپ جس شخص پر بھی ایک نگاہ قلندرانہ ڈالتے وہ دنیاداری کو چھوڑ کر اللہ سے لو لگاتا۔ آپ روحانیت اور علم باطنی کے اس مقام درجے پر فائز تھے جہاں اولیائے اللہ سالوں کے مجاہدے اور عبادت کے بعد پہنچ

پاتے ہیں

حضرت لعل عیسن جب ملتان سے کوٹ کروڑ کی طرف روانہ ہوئے تو آپ کوٹ کروڑ کے راستہ سے ناواقف تھے جب آپ لیہ کے علاقہ تھل میں پہنچے تو آپ نے ایک شخص غلام حسن سے راستہ پوچھا جو کہ کھیتوں کو بذریعہ کنواں پانی دے رہا تھا آپ نے اس سے کوٹ کروڑ کا راستہ پوچھا تو غلام حسن نے مقامی زبان "سرائیکی" میں پوچھا

"کروڑ دا رستہ ڈُکھاواں یا توڑ پُوچاواں؟"

یعنی صرف راستہ ہی بتا دوں یا کوٹ کروڑ ہی پہنچا آؤں؟

حضرت لعل عیسن نے جواب دیا، میاں بہتر تو یہی ہے کہ مجھے کوٹ کروڑ پہنچا دو۔

غلام حسن نے کام وہیں چھوڑا آپ کے ساتھ چل پڑے اور آپ کو کوٹ کروڑ پہنچا کر واپس آنے لگے تو جیب سے کچھ رقم نکال کر حضرت لعل عیسن کی خدمت میں پیش کی، آپ اس شخص کا خلوص اور ایثار دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور فرمایا

واہ میاں حسن ٹھوں ڈیون تے راہ وی ڈسن

آپ غلام حسن سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا، حسن! تو نے ہمیں منزل پر پہنچا یا جا میں نے بھی تجھے تیری منزل تک پہنچا دیا آج سے دنیا تجھے حسن شیر کہے گی۔

حسن شیر واپس آئے تو کاروبار چھوڑ، عبادتِ الٰہی میں مشغول ہو گئے حضرت حسن شیر کا مزار چکنمبر ۱۱۴ لیہ میں واقع ہے مزار پر ہر سال میلہ بھی لگتا ہے۔

حضرت خواجہ غلام حسن سواگ رح

کتنی حسین وہ صبح ہو گی جب ریگ زار تھل کے علاقے موضع گاڑھے والہ میں ملک لعل حسین سواگ کے ہاں ایک فرزند نیک بخت پیدا ہوا کہ جس نے بڑا ہو کر اپنی تابناک زندگی سے ایک عالم کی کایا پلٹ کر رکھی دی جس نے بدعت اور ضلالت کے خلاف اپنی زندگی کو وقف کر دیا جس نے اسلام کی روحانی و اخلاقی قدروں کو ایک بار پھر استوار کیا جس کی زندگی کے دور نے حضرت سلطان باہو اور حضرت لعل عیسنؒ کے دور کی یاد تازہ کر دی یہ عظیم روحانی شخصیت خواجہ غلام حسن سواگ رحمتہ اللہ علیہ کی تھی

جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے والد محترم بسلسلہ ملازمت بھکر شہر میں تعینات تھے وہیں آپ کو فرزند کی ولادتِ باسعادت کا مژدہ ملا، فرزند ارجمند کی خوشخبری سنتے ہی گھر تشریف لائے اور اپنے لختِ جگر کو دیکھ کر دِل کو شاد کام کیا ابھی آپ کی عمر چند دِن ہوئی تھی کہ آپ کی والدہ ماجدہ اس دنیا فانی سے رخصت ہو گئیں اب آپ کے والد محترم کے سامنے دو مسائل تھے ایک تو نومولود بچے کی پرورش کا مسئلہ تھا دوسرا ملازمت کا سلسلہ گھر سے دور تھا والد مکرم نے سلسلہ ملازمت ختم کر لیا اور بچے کی پرورش اپنے ذِمّہ لے لی اور بچے کی پرورش کرنے لگے انہیں دِنوں آپ کی قوم کی ایک عورت مسماۃ فاطمہ نے آپ کو گود میں لے لیا اور دِل و جان سے پرورش کرنے لگیں مسماۃ

فاطمہ خود ایک عابد و زاہد خاتون تھیں۔ پابندِ نماز و روزہ تھیں
قدرت کے دستور بھی نرالے ہیں انہیں دنوں جب آپ کی عمر ابھی ایک سال بھی نہ ہوئی تھی کہ آپ کے والد محترم بھی یقضائے الٰہی وفات پا گئے بی بی فاطمہ نے اس یتیم بچے کو سینے سے لگا لیا اور زیادہ توجہ و محبت سے آپ کی پرورش کی جب آپ کی عمر ۵/۶ سال کی ہوئی تو آپ نے بھیڑیں چرانا شروع کر دیں

فیوضیات حسنیہ میں لکھا ہے کہ اگرچہ آپ کی والدہ نے گذر اوقات کے لیئے ایک قطعہ اراضی دے رکھا تھا اس کے باوجود بھی آپ اہلِ دیہات کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے اور معمولی معاوضے پر لوگوں کے مویشی چراتے تھے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ گلہ بانی کرنا سنتِ انبیاء علیہم السّلام ہے دورِ فرعون کے حضرت کلیمؑ ہوں یا حضرت اسماعیلؑ کے پیارے ابّا حضرت خلیل اللہ علیہ السلام، صحرائے شام کے حضرت عیسٰے اور وادئ حجاز کے دُرِّ یتیم حضرت محمّد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، ان تمام اولوالعزم، انبیاء نے اپنے ایام طفولیت میں ریوڑ چرائے دراصل قدرت نامعلوم انداز سے حضرت خواجہ غلام حسن کو اس سنت پر عمل کرا کے تربیت کا سامان پیدا کر رہی تھی خداوندِ قدوس کا صرف آپ سے مویشی چرانا مقصود نہ تھا بلکہ اس بھلی بُری دنیا کا ایک عظیم مقتدا اور پیشوا بنانا ہی مشیتِ ایزدی تھی اہل موضع اس بات سے بے خبر تھے کہ ان کے مویشی چرانے والا، غلام حسن ایک دِن غلام حسنؒ بن کر نکھرے گا یہ ایک دن دنیا کا مقتدا بن جائے گا اور دنیا کے بڑے بڑے لوگ اس کی غلامی میں

اپنا نام لکھوانا سعادت و نیک بختی تصور کریں گے آپ کے دل میں شروع سے ہی ظاہری علوم کی تحصیل کا شوق تھا اس سلسلے میں آپ نے اپنے رضاعی بھائی ملک احمد یار سے ذکر کیا وہ بھی حصول تعلیم کے لیئے تیار ہو گئے ڈیرہ اسماعیل خان میں مولانا غلام حسن صاحب ڈیروی کے خلیفہ حضرت دوست محمد قندھاری سے قرآن حکیم اور ابتدائی کتب کی تعلیم حاصل کی لیکن کچھ مدت کے بعد جھنگ کے مولانا علی محمد سے علم صرف حاصل کیا۔ کچھ عرصہ کروڑ کے ایک خدا رسیدہ بزرگ حضرت مولانا جان محمد کے حلقۂ تدریس میں شریک رہے مولانا غلام محمد آف کندیاں اور مولانا نور محمد سے کسب فیض علم حاصل کیا مولانا نور خان خواجہ غلام حسن کو قطب عالم حضرت خواجہ محمد عثمان موسےٰ زئی کی خدمت میں لے گئے۔ حضرت خواجہ محمد عثمان نے جب آپ پر نظر کی تو آپ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ ذکر الٰہی، جذب و مستی کا ایک بحرِ زخار موجزن ہو گیا۔ خواجہ غلام حسن سواگ نے بیعت کے لئے مرشد کا دامن تھاما تو انہوں نے کمال مہربانی اور شفقت سے آپ کو حلقۂ بگوش فرمایا۔ مرشد کی نگاہ نے تو آپ کے دل و دماغ میں ایک انقلاب برپا کر دیا تھا آپ جب بھی مرشد سے دور ہوتے تو زیارتِ مرشد کے لیئے بے تاب ہو جاتے آپ نے اپنا زیادہ وقت محبتِ مرشد میں گذارنا شروع کر دیا وہاں لنگر کے مختلف کام آپ کے ذمے تھے ایک دن خواجہ غلام حسن کے بارے میں ان کے مرشد نے فرمایا کہ یہ بچہ ایک دن اپنے وقت کا قطب بنے گا

پورے ۲۱ سال تک مرشد کی خدمت میں حاضر رہ کر مراتب سلوک اور مقاماتِ مجددیہ کی تکمیل کرتے رہے جن دنوں موسیٰ زئی

میں تعمیر کا کام شروع تھا ایک دن سردیوں کے موسم میں صبح کے وقت خواجہ غلام حسن سواگ ایسے والہانہ انداز میں گارا بنانے میں مصروف تھے کہ دیکھنے والے سردی کے اس موسم میں آپ کی کیفیت دیکھ کر عش عش کر اٹھے۔ حضرت خواجہ محمد عثمان نے آپ کو والہانہ انداز میں گارا بناتے دیکھا اور تعریفیں سنیں تو فرمایا اس کے گارا بنانے کی آج تم تعریف کر رہے ہو لیکن ہم نے جو معرفت کا گارا اس کو لیپ دیا ہے کل تمام دنیا اس کے کمال کی تعریف کرے گی۔

ایک دن قیوم زمان حضرت خواجہ محمد عثمانؒ کے خلیفہ حضرت پیراں بخش قلندر نے آپ کی خدمت میں عرض کی اعلیٰ حضرت! مولوی غلام حسن جناب کا سچا اور مخلص خادم اور تمام مراتب سلوک مجددیہ طے کر چکا ہے پس استدعا کرتا ہوں کہ حضور والا کمال و شفقت و رافت سے خادم مذکور کو شرف خلافت اور اجازت طریقہ اشاعت مجددیہ سے شرف فرمائیں حضور نے اس استدعا پر تبسم فرما کر اپنی دستارِ مبارک حضرت غلام حسن سواگ کے سر پر رکھی اور آپ کو اشاعت سلسلہ عالیہ اور لوگوں کو اللہ اللہ سکھانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

قیوم زمان خواجہ محمد عثمانؒ کے وصال کے بعد حضرت خواجہ سراج الدینؒ نے خواجہ غلام حسنؒ کو سلسلہ قادری چشتی سہروردی کی اجازت اشاعت بھی عطا فرمائی۔

شہبازِ ولایت خواجہ غلام حسن سواگ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے کارناموں سے بہت متأثر تھے اس لیئے آپ نے بھی اپنی زندگی میں اِس سلسلے کو رواج دیا۔ ابتداء میں آپ کو تحصیل کروڑ کے مغرب میں

تقریباً ۶ میل کے فاصلے پر ڈھپی نکوڑی کے زمینداروں نے اپنے ہاں رہائش پذیر ہونے کی دعوت دی کیونکہ یہ زمیندار آپ سے گہری عقیدت ومحبت رکھتے تھے اس لیئے آپ نے ان کی استدعا قبول فرمائی محمد خان سہیٹر نے آپ کے لیئے ایک کنواں بنوادیا، فتح محمد خان نے مسجد تعمیر کروائی زمیندار بکھر خان نے چار مسافر خانے بنوادیئے جو کہ خانقاہ سراجیہ کے نام سے مشہور رہے آپ کامل ۳۰ سال تک خانقاہ سراجیہ کے عوام الناس کے قلوب کو تصوف وسلوک کی مقدس تعلیمات سے منور کرتے رہے۔ خانقاہ سراجیہ ڈھپی نکوڑی میں عرصہ تیس سال گذارنے کے بعد موضع ڈگر سواگ تھل میں ایک کنواں اور دیگر مکانات تعمیر کرائے۔

حضرت خواجہ غلام حسن سواگ نے تین بار روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری دی، مکہ معظمہ میں حج کے فریضہ سے سرخرو ہوئے آپ کی تمام عمر مسلمانوں میں واعظ وتبلیغ کرتے ہوئے گزری سینکڑوں ہندو آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے حضرت خواجہ غلام حسن سواگؒ ایک صاحب جلال بزرگ تھے جب آپ جلال میں آتے تو جس ہندو کی طرف اشارہ کرتے وہ فوراً وہیں کلمہ شریف پڑھ کر مسلمان ہو جاتا اس سلسلے میں آپ پر مقدمہ بازی بھی کی گئی

ایک مرتبہ آپ لاہور تشریف لے گئے تو وہاں ایک ہندو پر نظر ڈالی وہ مسلمان ہو گیا اس ہندو کا بھائی لاہور میں تھانیدار تھا۔ اس تھانیدار نے شہباز ولایت خواجہ حضرت غلام حسن کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا کہ حضرت نے میرے بھائی کو جبراً مسلمان کیا ہے۔ پیشی کے دن حضرت خواجہ سواگؒ صاحب عدالت میں پیش ہوئے فرد جرم سنائی گئی اور جج نے پوچھا

آپ نے ہندو نوجوان کو جبراً مسلمان کیوں کیا ہے؟ یہ سن کر آپ جلال میں آگئے اور جوش میں آکر فرمایا کہ اس لڑکے کو تو میں نے جبراً مسلمان کیا اور کلمہ پڑھایا ہے تھانیدار کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اِسے کس نے کلمۂ توحید پڑھایا ہے دفعتاً تھانیدار کی زبان سے کلمہ جاری ہو گیا۔

اس طرح کا ایک اور واقعہ میانوالی کی عدالت میں پیش آیا میانوالی کے ہندوؤں نے عدالت میں حضرت خواجہ غلام حسنؒ کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا کہ غلام حسن سواگ جادوگر ہیں اور جادو کے زور سے مسلمان بناتے ہیں سیشن جج ہندو تھا جس دن مقدمہ عدالت میں پیش ہوا تو اتفاقاً، اس دِن دو ہندو افسر تحصیلدار اور تھانیدار بھی عدالت میں موجود تھے جب ریڈر نے مِسَل استغاثہ پڑھ کر سنائی تو حضرت خواجہ غلام حسن جوش میں آگئے اور ہندو سیشن جج کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ دوسرے ہندوؤں کو تو میں نے جبراً جادو کے زور سے کلمہ پڑھایا ہے لیکن آپ کو کس نے کلمہ پڑھایا ہے اس طرح دوسرے دونوں ہندو افسروں کی طرف بھی اشارہ کیا اور کہا کہ انہیں بھی میں نے جادو کے زور سے کلمہ پڑھایا ہے؟ تینوں ہندو آفیسر تحصیلدار تھانیدار اور سیشن جج کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے عدالت میں موجود باقی ہندو آپ کی یہ کرامت دیکھ کر عدالت سے بھاگ کھڑے ہوئے کہ حضرت کہیں اُن کی طرف انگلی کا اشارہ نہ کر دے

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

حضرت خواجہ غلام حسنؒ صاحب کی کرامات کا مطالعہ کرنے سے جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کی تمام کرامات مسلمانوں کی بھلائی اور فلاح کا پہلو لئے ہوئے ہیں آپ کا جلال ہمیشہ لوگوں پر جمال بن کر برسا آپ کی پُر جلال

نگاہ کہیں تو ہندوؤں کو مسلمان کر دیتی کہیں رہزن اور ڈاکوؤں کو بُری عادات سے تائب ہونے کا سبب بنتی۔ کہیں بدکار زانی نوجوانوں کو راہِ راست پر لے آتی اور کہیں دینِ اسلام سے بھٹکے ہوئے انسانوں کو راہِ راست پر لانے کا سبب بنتی۔

ایک مرتبہ حضرت خواجہ سواگؒ بستی چاوڑ ضلع ملتان میں وعظ فرمارہے تھے کہ ایک شخص جو کہ رسول پاکؐ کی معراجِ جسمانی کا منکر تھا اس نے اُٹھ کر دریافت کیا کہ حضور پرنورؐ کس طرح آسمانوں سے گزر کر عرشِ بریں تک پہنچے۔ حضرت سواگ صاحبؒ پر جلال طاری ہوگیا آپ مسجد کی دیوار سے گزر کر صحیح سلامت غائب ہوگئے اور دوبارہ دیوار سے گذر کر منبر پر رونق افروز ہوئے اور دیوار ویسی ہی رہی اور فرمایا حضور پرنورؐ اس طرح آسمان سے گذر کر عرشِ بریں تک پہنچے آپ کی یہ کرامت دیکھ کر لوگ حیران و ششدر رہ گئے۔

کرامات کے علاوہ آپ سے بے شمار مکاشفات بھی ظاہر ہوئے جن میں سے یہاں ایک کا ذکر کرتا ہوں ایک دفعہ حضرت خواجہ صاحب بہاؤالدین قریشی کے ہمراہ ایک رشتہ دار کی منگنی پر جارہے تھے قریشی صاحب کہتے ہیں میرے دِل میں خیال گذرا کہ غلام حیدر حضرت صاحبؒ کا مخالف ہے کہیں لڑائی نہ ہوجائے اس وقت آپ ایک دوسرے شخص سے باتیں کر رہے تھے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا قریشی صاحب! میرے ہمراہ نہ چلو ایسا نہ ہو کہ کہیں لڑائی ہو، میں یہ سُن کر بہت شرمندہ ہوا۔

حضرت خواجہ غلام حسن سواگؒ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے صفائی آپ کا طرۂ امتیاز تھا عموماً سفید لباس زیبِ تن فرماتے ہاتھ میں عصا، سَر پر کپڑے کی ٹوپی کے اوپر سفید عمامہ آپ کا معمول تھا آپ کا قد مبارک

متوسط، ابرو کشادہ، اور چہرے کا رنگ سفیدی مائل تھا ریش مبارک دراز تھی آپ نماز باجماعت کی پابندی فرماتے تھے اور مریدین کو نماز باجماعت کی تلقین فرماتے آپ کے آستانہ عالیہ میں نماز باجماعت کی پہلی صف میں داڑھی والے اشخاص کا مقام ہوتا تھا آپ کی تقاریر اصلاحی پہلو کی حامل ہوتی تھیں آپ مذہبی منافرت کے سخت مخالف تھے لیکن ایسے فرقوں کی سختی سے مذمت فرماتے جو صحابہ کرامؓ کی شان میں سب وشتم کرتے یا شانِ مصطفٰےؐ میں گستاخی کے مرتکب ہوتے احیائے سنت اور شرع کی پابندی کرانے کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتے امام اعظم ابو حنیفہؒ کو راہنما، مقتداء اور پیشوا مانتے تھے اختلافی مسائل کو خود نہ چھیڑتے تھے لیکن اپنا عقیدہ کھل کر بیان فرماتے عاشقِ رسولؐ تھے اولیائے اللہ کے مزارات اور عرائس پر حاضری دیتے تھے آپ اکثر فرماتے کہ مجھے حضرت لعل عیسنؒ کے مزار سے بہت فیض ملا ہے۔ اور جب خود کو مشکل میں پاتا ہوں تو مزارِ لعل عیسن کو خود کے لیئے جائے امان پاتا ہوں۔

آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ سنتِ نبویؐ کے عین مطابق تھا نماز میں امامت فرماتے، نمازِ اشراق اور تہجد کبھی قضا نہ کی، جمعہ کے دن بعد نماز اشراق، صلواۃ و تسبیح بھی پڑھ لیا کرتے تھے۔ تلاوت کلام پاک دلائل الخیرات، دعائے حزب البحر پڑھتے تھے، عرس شریف، میلاد شریف اور دیگر عیدوں کے موقع پر کلام پاک کا ختم فرماتے۔

حضرت خواجہ صاحب نہایت وسیع المشرب بزرگ تھے اپنے مریدین کو دوسرے مذہب کے ساتھ انس و محبت کا برتاؤ کرنے کا حکم دیتے تھے آپ نے تلقین کی کہ اپنے مذہب، تہذیب و تمدن پر عمل پیرا رہو اور

غیر مذہب لوگوں سے نفرت کا رویہ اختیار نہ کرو آپ کے اخلاق حسنہ کے سبب ہزاروں ہندو، سکھ آپ کے دستِ مبارک پر بیعت ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے نومسلم کی آپ بہت خدمت کرتے اور ان کو قرآن پاک پڑھنے اور دینی تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب فرماتے۔ آپ کی ترغیب اور توجہ سے بہت سے نومسلموں نے علومِ دینیہ پر عبور حاصل کیا اور اپنے وقت کے معتبر علماء کی صف میں شامل ہوئے ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں

مولانا قاضی شیخ کلیم اللہ صاحب، مولانا شیخ محمد عبداللہ صاحب، مولانا غلام رسول صاحب، مولانا شیخ غلام حسن صاحب اور مولانا سعدبن صاحب وغیرہ

حضرت خواجہ غلام حسن سواگ صاحب تسلیم و رضا کے پیکر تھے خدا کی قدرت پر متوکل رہتے تھے آپ کے ابتدائی ۹ یا ۱۰ سال نہایت مفلسی میں گذرے لیکن آپ نے کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کیا آپ فرماتے ہیں کہ جس میں تعلیم تسلیم و رضا نہیں وہ فقیر نہیں کہلا سکتا آپ کی زبان مبارک سے اکثر یہ سرائیکی بیت سنا جاتا۔

پیر سِکھائی ایہہ پریت ۔۔۔ بہہ حجرے یا وِچ مسیت
پھٹا پرانا کپڑا پا ۔۔۔ بھا پرو تھا ٹکڑا کھا
غیر دے در تیں مُول نہ جا

یعنی پیر نے مجھے یہ طریقہ سکھایا ہے کہ تو حجرے یا مسجد میں بیٹھ کر عبادت کر پھٹا پرانا کپڑا پہن لے روکھی سوکھی روٹی کھا لے مگر کسی غیر اللہ کے آگے دستِ سوال دراز نہ کر۔

حضرت خواجہ نے رُشد و ہدایت کا کام جاری رکھا آپ پر مقدمات

بھی قائم ہوئے ۲۸ / جنوری ۱۹۲۳ء میں آپ کو ایک مقدمہ کے سلسلہ
میں حبسِ دوام بعبور دریائے شور کی سزا بھی سنائی گئی لیکن آپ
صبر و رضا پر قائم رہے ۱۸ / اپریل ۱۹۲۴ء میں ہائی کورٹ نے آپ کو مقدمہ
مذکور سے بری کر دیا انہی دنوں حضرت خواجہ پر بڑھاپے کے آثار ہویدا
ہو چکے تھے بخار کے زور اور خوراک کے اختصار کی وجہ سے کمزوری اور
ضعیفی میں اضافہ ہو گیا اور نقاہت کے باوجود آپ تمام تراویح بھی ادا
کرتے رہے

موت کا تو ایک دن مقرر ہے لیکن اولیاء اللہ تو ہر وقت فرشتہ موت
کی انتظار کرتے ہیں کہ وہ کب آئے گا اور وصلِ حبیب کا باعث بنے گا یوں
۱۳ / جمادی الاوّل ۱۳۵۸ ہجری اتوار کی رات یہ شہبازِ ولایت اپنے خالقِ حقیقی
سے جا ملے

٭

شہبازِ قدس میں صاحبزادہ محمد اقبال باروی لکھتے ہیں۔

حضرت خواجہ سواگؒ کا انتقال پُر ملال متوسلین پر اور مریدین پر بجلی
بن کر گرا تاریک عہد کی روشنی بجھ گئی ہر سُو اندھیرا ہی اندھیرا سمٹ آیا وہ ہمہ
صفت انسان جو ایک روحِ دِل نواز تھا پیکرِ حسن و خوبی، ستاروں کی
تنک تابی اور شبِ ماہ کا ایک کیفِ جاوداں تھا جو رونقِ چمن اور انجمن ہستی
تھا وہ جس نے امامِ ربانی مجدد الفِ ثانیؒ کی تحریک کا ایک پورا باب رقم
کیا تھا وہ دنیا کی مادی نظروں سے دُور کہیں سربستہ افق میں ڈوب چکا تھا

آپ کے وصال کی خبر آناً فاناً دور دراز علاقوں میں پھیل گئی ہندوں
نے خوشی منائی کہ آج تیغِ براں نیام میں چلی گئی دشمن خوش تھے کہ آج
اسلامی تصوّف کی درخشاں کرن روپوش ہو گئی لیکن وہ یہ نہیں

جانتے تھے کہ

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است برجریدۂ عالم دوام کا

آپ کا جنازہ قصبہ کروڑ سے گذر رہا تھا کہ ایک ہندو نے بڑے غرور سے کہا کہ کیا یہی وہ ہے جو ہندوؤں کو بیک نگاہ مسلمان کر لیتا تھا آج تو مسلمان کر کے دکھائے۔ خدا شاہد ہے کہ جونہی جلوسِ جنازہ نگاہوں سے اوجھل ہوا لوگوں نے دیکھا کہ وہی ہندو "کلمہ نبیؐ دا ساری عمراں دا گاہنا" پڑھتا ہوا جلوسِ جنازہ کی طرف رواں دواں تھا۔

آپ اپنے دور کے ایک شعلہ مستعجل تھے جن کی شعلہ نوائی سے شمعِ ایمان جل اٹھی تھی آپ ایک سچائی تھے جس کی صداقت نے بیگانوں سے بھی خراجِ تحسین وصول کیا۔

آپ کی وفات پر مختلف کہیں گئی ہیں دوست محمد شائق نے لکھا ہے
غلام حسن صاحب، زہد و عرفان، یہ منظور سرکارِ خیر البشر ہے ۱۳۵۸ھ
مولانا محمد افضل صاحب مرحوم نے یہ فقرہ کہا تھا۔
غلام حسن حمائی، دینِ الہی، ۱۳۵۸ ہجری

سید حاجی شاہؒ

لیہ شوگر ملز لیہ کے شمال مغرب کی طرف ایک بستی کوٹلہ حاجی شاہ کے نام سے مشہور ہے اس بستی کی بنیاد آج سے ۰۰۴ سال قبل سید حاجی شاہ نے رکھی

سید حاجی شاہؒ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ آپ امام موسےٰ کاظمؒ کی اولاد سے ہیں حضرت حاجی شاہ صاحب نے جب یہاں ڈیرہ لگایا تو اس وقت یہ علاقہ جنگل پر مشتمل تھا آپ نے جنگل شگافی کرا کر آباد کاری شروع کرائی ایک کنواں احداث کرایا مسجد اور درس کی بنیاد رکھی حضرت حاجی شاہ صاحب مفسر قرآن تھے۔ عربی اور فارسی کے جیّد عالم تھے۔

آپ کا اصل نام حاجی شاہ تھا آپ نے ۶ حج ادا کیئے آپ نے جب لیہّ کے علاقہ میں رہائش اختیار کی تو آپ کے ساتھ اقوام تھلر، کُرائی اور بُوتے بھی یہیں رہائش پذیر ہو گئے اِن اقوام کی آپ سے گہری عقیدت تھی

حضرت حاجی شاہ صاحب جہاں ایک عالم فاضل اور صاحب کشف بزرگ تھے وہاں آپ کو زراعت کاری اور مویشیوں سے حد درجہ پیار تھا۔ آپ خود اپنے ہاتھ سے کھیت میں کام کرتے تھے۔ آپ نے ایک بیل رکھا ہوا تھا اس بیل کو کنویں پر چلنے کا بہت شوق تھا اس بیل کو جب کنویں پر جوت دیا جاتا تو نہایت شوق اور تیز قدموں سے بھاگ بھاگ کر کنویں

کو چلاتا رہتا۔ حضرت حاجی شاہ صاحب کو ایسے بیلوں سے بہت محبت تھی آپ اکثر علاقہ کے زمینداروں کو ان کے بیلوں سمیت بلاتے اور بیلوں کا مقابلہ کراتے آج تک آپ کی یاد میں آپ کے مزار کے نزدیک اُسی کنوئیں پر سالانہ میلہ ہوتا ہے جہاں بھکر، ڈیرہ اسماعیل خان مظفرگڑھ ڈیرہ غازیخان راجن پور اور دوسرے دور دور سے لوگ اور بیل آتے ہیں یہ میلہ دو دن تک جاری رہتا ہے اور انعامات تقسیم کیئے جاتے ہیں۔

حضرت حاجی شاہ صاحب نے درس وتدریس کا جو سلسلہ شروع کیا تھا آپ کے اس درس میں دور دور سے لوگ آکر شامل ہوتے درویش لوگ اکثر آپ کی خدمت میں حاضر رہتے حاجی شاہ صاحب ان کی پوری تعظیم وتکریم کرتے اور ان کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھتے اور طالبانِ حق کو طریقِ فقر و مجاہدہ کی تعلیم دے کر منازل سلوک طے کراتے۔

حضرت حاجی شاہ صاحب امام ابوحنیفہؒ کے مسلک (اہلسنت) کے پیروکار تھے لیکن حکیم سید فدا حسین شاہ جو کہ آپ کی اولاد میں سے ہیں نے بتایا کہ کوٹلہ حاجی شاہ کے سادات نے مولوی کرم حسین کے قائل کرنے پر مسلک اہلِ سنت سے مسلک اہل تشیع قبول کیا۔

حضرت حاجی شاہ صاحب کے متعلق کہا جاتا ہے کہ آپ سرائیکی زبان کے عظیم روحانی شاعر تھے لیکن آپ کا نمونہ کلام نہیں مل سکا۔

سید جیون جہاج رح

تحصیل چوبارہ میں پولیس سٹیشن کے ساتھ پرانے قلعہ کے جنوبی طرف ایک پختہ قبر موجود ہے جہاں حضرت جیون جہاج آرام فرما ہیں
آپ کا نام تو جیون شاہ تھا لیکن آپ اپنے دور میں جیون جہاج (جہاز) کے نام سے مشہور تھے آپ کے نام کے ساتھ جہاج کا لفظ اس لیئے شامل ہوا کہ جہاں آپ جانا چاہتے تو چند لمحوں میں پہنچ جاتے قدرت نے آپ کو ایسی باطنی و روحانی قوت عنایت فرمائی تھی کہ آپ دِنوں کا سفر چند لمحوں میں طے کر لیتے غالباً اس لیئے آپ کا نام جیون شاہ سے جیون جہاج مشہور ہو گیا۔
بیان کیا جاتا ہے کہ آپ جھنگ سے تحصیل چوبارہ میں اسلام کی تعلیم و تبلیغ کے لیئے تشریف لائے چوبارہ میں ہندوؤں کی آبادی کثرت سے تھی آپ نے بستی سے باہر ایک ٹیلے پر ڈیرہ لگایا آپ مسلمان گھرانوں میں جاتے اور انہیں اپنے اعمال کی درستی کے لیئے نصیحتیں کرتے یہاں کے مسلمان ہندوؤں کے ساتھ میل جول رکھنے کی وجہ سے اسلام سے دور ہوتے جا رہے تھے نماز جیسا فرض فراموش کر چکے تھے آپ نے مسلمان بچوں کو قرآن کی تعلیم دینا شروع کر دی اور مسجد میں نماز باجماعت کا اہتمام کیا۔ بعض اوقات ہندو مرد عورتیں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ اُن سے اخلاق سے پیش آتے آپ کے اوصافِ حمیدہ اور اخلاق سے متاثر ہو کر کئی ہندوؤں نے ہندو مت

چھوڑ کر اسلام قبول کیا

حضرت جیون جہاجؒ کی ایک کرامت جو کہ عام و خاص کی زبان پر ہے
کہ ایک مرتبہ آپ کہیں جا رہے تھے کہ ایک ہندو کے کنویں پر سے آپ کا گذر ہوا
آپ نے ہندو زمیندار سے کہا لالہ! تمہارے کنویں پر جو بیل چل رہے ہیں
یہ مجھے دے دو۔ ہندو زمیندار جو کہ آپ سے عناد رکھتا تھا اس نے بیل دینے
سے انکار کر دیا۔

آپ نے فرمایا کہ اچھا لالہ! اگر تم مجھے یہ بیل نہیں دو گے تو تمہارا یہ کنواں
پانی دینا بند کر دے گا اور اس کی دیواریں باہم جڑ جائیں گی۔ آپ کے یہ کہتے
ہی اُسی وقت کنویں کی دیواریں باہم مل گئیں اور کنواں ختم ہو گیا۔

ہندو زمیندار نے نیا کنواں کھدوایا تو پھر ایک دن آپ وہاں کنویں پر پہنچ
گئے بیل کنویں پر چل کر پانی نکال رہے تھے آپ نے پھر بیل مانگے، ہندو نے
انکار کر دیا آپ نے کہا، اچھا لالہ! بیل نہیں دو گے تو یہ کنواں بھی نہیں چلے
گا اور اس کی دیواریں باہم مل جائیں گی۔ آپ کا کہنا تھا کہ کنواں پھر تباہ ہو گیا
لالہ بھی ضد کا پکا تھا اس نے ۷ بار کنواں کھدوایا لیکن آپ کو بیل دینا گوارا نہ کیا
ہندو زمیندار جب ساتویں بار کنواں کھدوا چکا اور اس نے بیل کنویں
پر جوت دیئے تو جیون جہاج پھر کنویں پر پہنچ گئے آپ نے ہندو زمیندار سے
بیل مانگے تو اُس نے انکار کر دیا آپ نے کہا اچھا لالہ کنواں پھر مل جائے گا
آپ کے یہ کہنے سے کنویں کی دیواریں باہم ملنے کو تھیں کہ ہندو زمیندار پکا
اٹھا کہ بیل آپ کو دیتا ہوں حضرت جیون جہاج کے ہاتھ میں لوٹا تھا آپ
نے لوٹا کنویں پہ مارا اور بولے رک جا! کنویں کی دیواریں باہم ملنے سے
رک گئیں اور کنواں بیضوی شکل اختیار کر گیا جو چند سال قبل بھی موجود تھا۔

حضرت سخی شاہ حبیبؒ

حضرت سخی شاہ حبیب رحمتہ اللہ علیہ کا دربار لیہ شہر سے جنوب کی طرف ملتان روڈ پر غربی جانب نزد باٹی پاس مرجع خلائق عام ہے آپ کے حالات زندگی کسی بھی کتاب میں تحریری حالت میں نہ مل سکے علاقہ میں بزرگوں سے ملاقات کر کے آپ کے حالات زندگی جمع کئے

حضرت پیر سید عبدالرحمٰن دہلویؒ اپنے دور کے ایک ولی کامل اور مرد مومن تھے حضرت پیر عبدالرحمٰن کا مزار مبارک دہلی میں ہے یہ وہی بزرگ شخصیت ہیں جن سے حضرت سخی سلطان باہو ضلع جھنگ نے روحانی فیض حاصل کیا تھا کتاب مناقب سلطانی میں ہے کہ جب حضرت سلطان باہوؒ سید عبدالرحمٰن دہلوی کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوئے تو حضرت عبدالرحمٰن نے سلطان باہو کے استقبال کے لیے اپنا ایک خلیفہ روانہ فرمایا اور جب حضرت سلطان باہو حاضر ہوئے تو انہیں خرقہ خلافت عطا فرمایا

حضرت سلطان باہو دہلی کے بازاروں میں گھومنے لگے۔ حضرت باہو جس طرف نگاہ ڈالتے تمام ہندوؤں کی زبان پر کلمہ مبارک جاری ہو جاتا اس سے بازار میں ہلچل مچ گئی جب اس واقعہ کی اطلاع حضرت سید عبدالرحمٰن کو ہوئی تو آپ نے حضرت باہو کو بلایا اور وجہ پوچھی تو حضرت

باہو نے جواب دیا کہ جب کوئی گاہک دکان سے سودا خریدتا ہے تو خوب پرکھ کر لیتا ہے میں بھی جانچ رہا تھا کہ جو فیض آپ سے مجھے ملا ہے آیا وہ صحیح ہے۔ اس کے بعد سید عبدالرحمٰن نے حضرت باہو کو جھنگ کی طرف روانہ فرمایا حضرت سخی شاہ حبیبؒ اسی حضرت سید عبدالرحمٰن دہلوی کے چھوٹے بھائی تھے۔

آپ کے والد کا نام سید عبدالجلیل تھا حضرت سید سخی شاہ حبیب سلسلہ قادریہ کے بزرگ تھے اور سید عبدالقادر جیلانی کے خاندان میں سے تھے روایت کی جاتی ہے کہ شاہ صاحب مادر زاد ولی تھے بچپن ہی سے کرامات کا اظہار ہونے لگا آپ نے ابتدائی تعلیم اور روحانی فیض اپنے والد عبدالجلیل اور بھائی عبدالرحمٰن سے حاصل کیا۔ لیہ میں آپ کے آمد کے دو واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔ ایک تو یہ روایت کی جاتی ہے کہ بچپن میں آپ کو گھوڑے کی سواری کا بہت شوق تھا ایک دفعہ جب آپ کی عمر ۷/۸ سال تھی کہ ایک گھڑ سوار کا ادھر سے گذر ہوا سید شاہ صاحب نے اس سے گھوڑے پر سواری کرنے کی خواہش ظاہر کی لیکن اس نے توجہ نہ دی آپ نے اس کی بے رخی دیکھ کر دیوار سے کہا چل میرے گھوڑے آپ کے اس طرح کہنے سے دیوار چلنے لگی اس بات کا علم جب آپ کے بھائی کو ہوا تو وہ سخت ناراض ہوئے اس لیئے وہاں سے ناراض ہو کر چل کھڑے ہوئے

دوسری روایت اس طرح ہے کہ جب آپ نے علوم ظاہری و باطنی پر کمال حاصل کر لیا تو آپ کے مرشد اور بھائی سید عبدالرحمٰن نے علاقہ کچھی میں جا کر تعلیم و تربیت کا حکم دیا تو آپ یہاں تشریف لائے

آپ لیہ پہنچے تو آپ کی عمر ۱۲/۱۳ سال تھی۔ جب آپ جمن شاہ ضلع لیہ سے نزدیک ایک گاؤں میں پہنچے تو اس وقت آپ گھوڑے پر سوار تھے ایک شخص چھپر کے نیچے سویا ہوا تھا آپ نے اُسے آواز دی اور اُس سے لیہ کا راستہ پوچھا تو اُس نے وہیں پڑے پڑے بتادیا آپ نے اس شخص سے کہا کہ بھائی مجھے بڑی سڑک پر چھوڑ آؤ تاکہ میں آسانی سے پہنچ جاؤں اس شخص نے جواب دیا میں آپ کے ساتھ چل کر آپ کو لیہ تک پہنچانے کیلئے بھی تیار ہوں لیکن مجبور ہوں کہ بازوں اور ٹانگوں سے معذور ہوں آپ نے اس سے کہا تم جھوٹ بولتے ہو۔ تم تو چل سکتے ہو اٹھو اور میرے ساتھ چل کر مجھے راستہ دکھاؤ اس شخص کو لوگ چڈھا (نکما) کے نام سے پکارتے تھے یہ شخص قوم کا مراثی تھا چڈھا مراثی بضد تھا کہ وہ معذور ہے لیکن حضرت شاہ حبیب صاحب فرماتے کہ تم صحیح سلامت ہو اور چل پھر سکتے ہو آخر چڈھا مراثی نے آپ کے اصرار پر اٹھنے کی کوشش کی تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا اس کی معذور ٹانگیں چلنے کے قابل ہو چکی تھیں چڈھا مراثی اب آپ کے گھوڑے کے آگے چلنے لگا تو حضرت نے کہا بھائی میرے گھوڑے کی باگ پکڑ لو۔

چڈھا مراثی نے جواب دیا کہ حضرت میرے بازو بھی معذور ہیں حضرت سید حبیب شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تمہارے بازو بھی صحیح سلامت ہیں آپ کے کہنے سے چڈھا مراثی کے بازو بھی ٹھیک ہو گئے۔ اور وہ گھوڑے کی باگ پکڑ کر موجودہ بستی شاہ حبیب میں آگیا

آج جہاں پٹرول پمپ ہے اس سے تھوڑا جنوب کی طرف جائیں تو سڑک کے مشرقی کنارے پر ایک ٹیلہ سا نظر آتا ہے جو کہ شاہ صاحب

کا رتبہ کہلاتا ہے آپ نے اسی جگہ ڈیرہ لگا دیا اور چڑھامراثی آپ کی معیت میں رہنے لگا

جب حضرت شاہ حبیبؒ اس علاقے میں تشریف لائے تو قوم کلاسرہ ابھی تک دین اسلام میں داخل نہیں ہوئی تھی آپ نے ان لوگوں میں تبلیغ کی دوسری قومیں لدھانج، کلاچی اور جھکڑ وغیرہ آپ کی معتقد ہو گئیں آپ کی تبلیغ اور اخلاق و کردار سے متاثر ہو کر بہت سے ہندوں نے اسلام قبول کر لیا۔ روایت کی جاتی ہے کہ ہندوں میں اسلام کی تبلیغ سے قوم کلاسرہ آپ کی سخت دشمن بن گئی اور انہوں نے آپ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ آپ صبح نمازِ تہجد کے وقت دریا سے وضو کر کے واپس آ رہے تھے کہ کلاسرہ قوم نے آپ کو دیکھ لیا وہ دریا کے کنارے اینٹوں کے بھٹے میں آگ جلا رہے تھے۔ مشورہ ہوا کہ خوب موقع ہے کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہو گی انہوں نے شاہ صاحب کو پکڑ کر جلتے ہوئے بھٹے کی موری میں پھینک دیا ہندو خوش تھے کہ اب شاہ صاحب کی راکھ بھی نہ ملے گی لیکن آگ تو مردِ مومن کے لیے ہمیشہ سے گلزار بنتی آئی ہے چند لمحوں کے بعد آپ بھٹے کی موری سے صحیح سلامت باہر نکل آئے آگ نے کپڑوں پر بھی داغ تک نہ لگایا آپ کی یہ کرامت دیکھ کر تمام ہندو کلاسرہ قوم مسلمان ہو گئی

موجودہ بستی شاہ حبیب حضرت سخی شاہ حبیب صاحب کی بسائی ہوئی ہے قوم کلاسرہ جب آپ کے ہاتھوں مسلمان ہو گئے تو انہوں نے آپ کو ایک قطعہ اراضی دیا جہاں شاہ صاحب نے ایک کنواں کھدوایا، مسجد تعمیر کی جو کہ اب بھی موجود ہے۔ درس و تدریس کا کام شروع کیا۔ جس سے

لاکھوں آدمی مستفید ہوئے آپ کو سخی اس لیئے کہا جاتا ہے کہ جب بھی آپ کے پاس کوئی چیز آتی آپ لوگوں میں تقسیم کر دیتے

آپ نے کلاسرہ قوم کو ہدایت کی تھی کہ وہ اگر اپنی زمینوں میں تمباکو کی فصل کاشت نہ کریں گے اور تمباکو کا استعمال نہ کریں گے تو ان کی زمین سے ہمیشہ فصل کی پیداوار زیادہ ہوگی اور یہ حقیقت آج بھی عیاں ہے کہ بستی شاہ حبیب کی زمین پر آج بھی تمباکو کاشت نہیں ہوتا اور فصلیں خوب ہوتی ہیں

آپ نے تمام عمر شادی نہیں کی اور کنوارے رہے چونکہ بچپن سے گھوڑے سے لگاؤ تھا اس لیئے آج بھی لوگ منت مانتے ہیں تو دربار پر لنگر تقسیم کرنے کے علاوہ کاغذ یا مٹی کے گھوڑے بنا کر مزار پر بطور چڑھاوا رکھتے ہیں

آپ کے مزار سے آج بھی فیض جاری ہے لوگ بڑی تعداد میں آپ کے مزار پر حاضر ہوتے ہیں اور منتیں مانتے ہیں اور مرادیں پاتے ہیں۔

جام ظفر اللہ صاحب آف کوٹ سلطان بزرگ شخصیت، باشرع مسلمان ہیں اور کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ میں ڈپٹی ایجوکیشن آفیسر ہیں بیان کرتے ہیں کہ میں جب بھی لیہ جاتا ہوں تو سخی شاہ حبیب کے مزار پر ضرور حاضری دیتا ہوں ایک رات میں تہجد کے وقت عبادت میں مشغول تھا کہ اچانک ایک نورانی صورت بزرگ میرے سامنے آموجود ہوئے میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ فرمایا! میاں! آپ تو اکثر ہمارے پاس آتے رہتے ہیں اب پہچانتے بھی نہیں۔

میں نے جواب سنا تو کچھ دیر سوچ کر پوچھا آپ سید حبیب شاہ

صاحب ہیں ؟ وہ نورانی چہرے والے مسکرائے اور ہاں میں جواب دیا اور غائب ہو گئے۔

جام صاحب کے بیان کے مطابق سفید لمبی ریش، نورانی چہرہ سفید لباس اور لمبی قد اور متناسب جسم کے مالک تھے

آپ کے مزار سے فیوضیات و برکات کا سلسلہ جاری ہے حضرت مولانا نور محمد صاحب نے آپ کے مزار پر چلہ کیا تھا سید شاہ حبیب نے مولانا کی روحانی تربیت کر کے روحانیت کے بلند مقام پر پہنچایا۔

کھبہ شہیدؒ مالا شہیدؒ مسو شہیدؒ

یہ تینوں بزرگ بھائی تھے ان بزرگانِ کرام کے بارے روایت کی جاتی ہے کہ آپ کفار سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے تو آپ سر کے بغیر کفار سے لڑتے ہوئے کیونکہ آپ کے سر میدان جنگ میں لڑتے ہوئے تن سے جدا ہو گئے تھے یہ دیکھ کر کفار بھاگ کھڑے ہوئے جب کفار بھاگ گئے اور تینوں کے مدِمقابل کوئی نہ رہا تو یہ جہاں جہاں موجود تھے وہیں زمین ان کے لئے شق ہو گئی اور آپ زمین میں سما گئے۔

کھبہ شہیدؒ اور مالا شہیدؒ کے مزارات چک نمبر ۱۳۵/ٹی ڈی اے میں ہیں جبکہ مسو شہیدؒ کا مزار مبارک چک نمبر ۱۳۷/ٹی ڈی اے میں ہے تینوں بھائیوں کے مزارات میں نصف نصف میل کا فاصلہ ہے۔

مزید حالات تفصیلی نہیں ملتے۔

حضرت شیخ کرموں رحمۃ اللہ علیہ

آپکا مزار چک ۱۱۹ T D A میں ہے ۔ آپ کے متعلق روایت کی جاتی ہے کہ گلہ بانی کرتے تھے اور نہایت عابد وزاہد بزرگ تھے ۔ لیکن لوگوں کی نگاہوں سے اپنی عبادت کو چھپا کر رکھتے ۔ ایک دفعہ رات کے وقت زبردست طوفان بادو باراں اور ژالہ باری برپا ہوا ۔ بھیڑوں اور بکریوں کے ریوڑ کے ریوڑ ختم ہو گئے ۔ لیکن آپ اس وقت عبادت خداوندی میں اس قدر منہمک تھے کہ آپ کو احساس بھی نہ ہوا ۔ صبح کے وقت جب دوسرے لوگ آپ کے ریوڑ کے پاس آئے تو حیران رہ گئے کہ جس جگہ آپ بیٹھے ہوئے تھے اور جہاں آپ کی بھیڑیں تھیں وہ جگہ بارش اور ژالہ باری سے محفوظ تھی ۔ آپکی بھیڑیں مزے سے بیٹھی تھیں اور آپ حالت مراقبہ میں تھے ۔ لوگ آپکی یہ کرامت دیکھ کر بہت معتقد ہوئے ۔ لیکن آپ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے ۔ کیونکہ آپکے روحانی کمالات میں سے ایک کمال ظاہر ہو چکا تھا ۔ اور آپ لوگوں پر ظاہر نہیں ہونا چاہتے تھے ۔ لوگ بھی آپکے پیچھے آپکو پانے کیلئے بھاگنے لگے ۔ یہاں تک کہ موجودہ مزار کی جگہ پہنچے ۔ یہاں پر پہلے ہی ایک سیّد کی قبر تھی ۔ شیخ کرموں نے لوگوں سے بچنے کیلئے زمین سے امان طلب کی ۔ تو زمین پھٹ گئی اور آپ زمین میں زندہ دفن ہو گئے ۔ لوگوں نے اس جگہ آپ کی قبر اور پھر مزار مبارک بنا دیا ۔ ۔

حضرت پیر بارو رح

حضرت پیر بارو رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت کی صحیح تاریخ تو معلوم نہیں لیکن آپ نے ۱۹۷۷ء میں ایک موقع پر فرمایا تھا کہ میری عمر اس وقت تقریباً ۱۲۸ سال ہے[1] آپ کے فرمان کو سند مان کر تاریخ پیدائش کا سال ۱۸۴۹ء بنتا ہے اور یہ وہ زمانہ ہے جب پنجاب سے سکھوں کی حکومت کا آفتاب غروب ہو رہا تھا اور انگریز اپنے پنجے گاڑنے میں سرگرم عمل تھا

آپ کے والد محترم کا نام اللہ دتہ تھا جو جوتہ قوم کے فرد نیک بخت تھے آپ موضع نوشہرہ تھل کلاں نزد فتح پور ضلع لیہ میں پیدا ہوئے آپ کا اسم مبارک محمد عبداللہ رکھا گیا جو کہ بعد میں پیر بارو رحمتہ اللہ علیہ کے نام سے زیادہ مشہور ہوا آپ کے والد محترم کا ذریعہ معاش محنت مزدوری تھا اس دور میں مسلمان تو ویسے بھی غربت اور کسمپرسی کی حالت میں زندگی بسر کرتے تھے لیکن آپ کی رہائش تھل میں تھی جہاں زراعت بھی صرف اور صرف بارش کی مرہون منت تھی اس لیئے آپ نے بھی ہوش سنبھالتے ہی بھیڑ بکریاں چرانے میں اپنے والد کا ہاتھ بٹانا شروع کیا اس زمانے بھیڑ بکریاں چرانے کے عوض میں صرف چار آنے اور دو وقت کا کھانا بطور اجرت دیا جاتا تھا شاید آپ بھی علاقے

---

[1] فیوضیات باروبیہ

کے دوسرے افراد کی طرح ہمیشہ گلہ بانی کا فریضہ سرانجام دیتے رہتے لیکن قدرت نے توازل سے آپ کو مسلمانوں کی راہنمائی کیلئے منتخب کر لیا تھا بچپن ہی سے آپ کو حصولِ علم کا شوق تھا اِس لیئے آپ اپنے چچازاد بھائی کٹو کے ساتھ پنج گرائیں ضلع بھکر میں پہنچے تاکہ اپنے آبائی مرشد کی خدمت میں حاضر ہوکر حصولِ علم کر سکیں، لیکن جب آپ وہاں پہنچے تو آپ کے پیر و مرشد گھر پر موجود نہ تھے اس لیئے آپ واپس آگئے ان دِنوں حضرت مولانا خواجہ غلام حسن سواگ رحمتہ اللہ علیہ موضع ڈگر سواگ نزد کروڑ لعل عیسن میں درس و تدریس میں مصروف تھے آپ اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ اس شہبازِ ولایت کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت خواجہ حسن سواگ تے آنے کا مقصد پوچھا تو کٹو نے ننھے عبداللہ کو شہبازِ ولایت حضرت سواگ کے قدموں میں تعلیم و تربیت کی خاطر لا بٹھایا

حضرت خواجہ غریب نواز پیر بارو رحمتہ اللہ علیہ نے یہیں ابتدائی تعلیم کا آغاز کیا۔

کچھ عرصہ حضرت سواگ کے مدرسہ میں تعلیم و تربیت حاصل کرتے رہے اس کے بعد آپ بستی "ودھے والی" بھکر میں حضرت مولینا نور محمد صاحب کے پاس چلے گئے آپ نے وہاں تدریسی کتب پڑھیں قرآن پاک ناظرہ ختم کیا اِن اساتذہ میں مولانا اعظم صاحب مظفر گڑھ اور حضرت علامہ بحر العلوم مولانا فیض محمد شاہ جمالی رحمتہ اللہ علیہ قابلِ ذکر ہیں

علومِ ظاہری کے حصول کے بعد آپ موضع ڈگر سواگ میں حضرت خواجہ غلام حسن سواگ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ علومِ باطنی کے حصول کے لیئے ان کی صحبت کیمیا اثر سے فیض یاب ہو سکیں۔ آپ ایک مدت تک حضرت خواجہ غلام حسن سواگ کی خدمت میں رہے اور بکمال صدق و

ارادات شرفِ بیعت سے فیض یاب ہوئے حضرت خواجہ سواگ بھی آپ پر خصوصی توجہ فرمانے لگے اور بے انتہا الطاف و مہربانیوں سے نوازنے لگے تھوڑے عرصے میں منازل سلوک و مدارج و عروج طے کرائے گئے بعد اجازت و اشاعتِ سلسلہ اور خلافت عطا فرمائی آپ نے مرشد سے تکمیلِ سلوک و اجازت و خلافت کے بعد اپنے آبائی گاؤں میں تشریف لائے کافی عرصہ تک صبر و توکل زہد و عبادت تسلیم و رضا کے ساتھ ریاضت و مجاہدہ، مراقبہ اور ذکرِ الٰہی میں مشغول رہے آپ اکثر اوقات حضرت عنایت شاہ قادری کے دربار پر تشریف لے جاتے آپ اکثر کہا کرتے تھے حضرت عنایت شاہ ایک عظیم روحانی بزرگ تھے جن کا فیض آج بھی ان کے مزار مبارک سے جاری ہے آپ نے اپنی ولایت اور حقیقتِ آگہی کو چھپانے کی کوشش فرمائی لوگ آپ کی خدمت میں بیعت ہونے کے لئے حاضر ہوتے تو آپ فرماتے " بھائی میں غریب ہوں، کون سا پیر ہوں جو تم ہمارا بیعت کے لیئے آتے ہو ایک دن ایک شخص حاجی امیر محمد ساکن کرٹ سلطان بیعت کے لیئے حاضر ہوا لیکن آپ نے اُسے بیعت کرنے سے معذرت ظاہر کی حاجی امیر محمد آستانہ عالیہ پیر حسن سواگ حسن آباد پہنچا حضرت خواجہ غلام محمد رحمتہ اللہ علیہ ثانی سجادہ نشین مسند آرائے محفل تھے حاجی امیر محمد نے عرضداشت پیش کی حضرت میں آپ کے خلیفہ پیر بارو کا مرید ہونا چاہتا ہوں لیکن وہ بیعت نہیں کرتے اور اپنی بے بسی و بے بسی کا اظہار کیا حضرت خواجہ غلام محمد ثانی نے ایک مکتوب عنایت کیا ۔ حاجی امیر محمد وہ خط لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے یہ خط پڑھا ۔ خط پڑھ کر آپ کے

آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپ نے شخص مذکور کو بیعت کر لیا اس کے بعد تو انوار روحانیت کا فیض عام ہوا کہ اب آپ کے مریدین متوسلین و خلفا صرف پاکستان میں ہی نہیں بلکہ بیرون ملک بھی موجود ہیں آفتاب شریعت حضرت خواجہ غریب نواز محمد عبد اللہ المعروف پیر بارو رحمتہ اللہ علیہ کی سیرت پاک روشن مینارہ تھی آپ نے تمام عمر سادہ زندگی بسر کی۔ شروع میں کھجور کے پتوں کی بنی ہوئی چٹائی پر تشریف فرماتے لیکن بعد میں بوجہ ضعف پیری گاؤتکیہ کا سہارا لے کر بیٹھتے۔ لباس سنت کے مطابق سادہ استعمال کرتے۔ سر پر عمامہ اور اس کے نیچے کپڑے کی ٹوپی پہنتے۔ ہاتھ میں عصا بھی رکھتے تھے آپ کی غذا سادہ اور قلیل ہوتی تھی کبھی کبھی شوربے میں روٹی توڑ کر ثرید بنا کر نہایت رغبت سے کھاتے آپ نے آستانہ عالیہ پر درس و تدریس کے لیئے مدرسہ بھی قائم کیا جہاں طالبانِ حق کی تعلیم و تربیت کا فریضہ ادا ہو رہا ہے۔ درس کے طلباء اور مسافروں کو لنگر سے کھانا ملتا ہے لنگر اور درس و تدریس کا یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے آپ دینِ حنیف کے سچے پیروکار اور مبلغ تھے خود شریعت پر کاربند رہتے اور اپنے مریدوں کو اسلام میں پوری طرح داخل ہونے کی تلقین سختی سے فرماتے۔ عشق رسول آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور جب بھی ذکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتا تو آپ شانِ رسول اس انداز میں فرماتے کہ وقت تھم جاتا آپ اکثر فرماتے کہ چودہ سو سال سے حضور پاک کی تعریف ہو رہی ہے بڑے بڑے کاتب بڑے بڑے مولوی اور عالم تعریف کرتے کرتے اس دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن یہ تعریف کسی سے مکمل نہ ہو سکی آپ لوگوں سے فرماتے کہ اولیائے اللہ سے

دولتِ دنیا طلب نہیں کرانا چاہیئے بلکہ ان کے در سے دولتِ دین کے طلب گار بن جاؤ۔

آپ فرماتے تھے کہ اولیا ئے اللہ خدا تو نہیں ہیں لیکن خدا سے جدا بھی نہیں ہیں ایک مرتبہ آپ نے فرمایا پیر تین قسم کے ہوتے ہیں

۱۔ رحمت ۔ ۲۔ زحمت ۔ ۳۔ لعنت

۱۔ مرید کے لیئے وہ پیر رحمت ہوتے ہیں جو بغیر طمع ، لالچ کے شریعت کی تبلیغ کرتے ہیں تلوارِ بے نیام ہوتے ہیں

۲۔ زحمت وہ پیر ہوتے ہیں جو نذرانہ وغیرہ تو وصول کرتے ہیں لیکن شریعت کی تبلیغ نہیں کرتے کہ کہیں نذرانے بند نہ ہو جائیں۔

۳۔ وہ پیر لعنت ہوتے ہیں جو مرید اہل وعیال کے ساتھ ان کے پاس جائیں تو پیر ان کی عزت لوٹ لے یا پیر مرید کے دروازے پر جائے پھر بھی مرید کی عزت محفوظ نہ رہے ایسے پیر آج کل عام پھرتے ہیں

ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ مردِ خدا آج بھی مل جاتا ہے لیکن طالب صادق نہیں ملتا۔

آپ اپنے مریدین سے نماز کی پابندی کراتے اور انہیں سنتِ نبوی ؐ کے مطابق داڑھی رکھنے پر پابند کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی تادمِ تحریر آپ کا سچا مرید نماز کا پابند ہوگا اور داڑھی رکھنے میں سنت نبوی پر کاربند نظر آئے گا۔ حضرت خواجہ محمد عبداللہ المعروف پیر یارد رح اللہ کے نہایت تابعدار اور برگزیدہ بندے تھے آپ کی تعلیمات سے لاکھوں لوگ مستفید ہوئے آپ کی کوششوں سے بہت سی بدعات کا خاتمہ ہوا اور بہت سے مسلمانوں کے عقائد کو شریعت کے مطابق درست

فرمایا۔ حضرت پیر بارو رح سے زندگی میں بہت سی کرامات اور مکاشفات ظاہر ہوئیں لیکن یہاں میں صرف ایک کرامت اور مکاشفہ تحریر کرنے پر اکتفا کرتا ہوں اگر آپ سے متعلق تفصیل سے مطالعہ کرنا چاہیں تو فیوضیات بارویہ کا مطالعہ کریں

خلیفہ فتح محمد ساکن لبستی کھر بیان کرتا ہے ہم نے حضرت خواجہ غریب نواز رح کی دعوت کی لنگر کے لیئے چار من آٹا اور ایک مینڈھا تیار کیا آپ کی تشریف آوری پر تقریباً ۲ ہزار آدمی جمع ہو گئے مہمانوں کی زیادتی کی وجہ سے ہم کچھ پریشان سے ہونے لگے۔ کیوں کہ مہمانوں کی نسبت کھانا بہت کم تھا ہم اسی کشمکش میں تھے کہ حضرت غریب نواز رح مسکرائے اور اپنی چادر مبارک عطا فرمائی فرمایا اس سے کھانے کو ڈھانپ دو اور کھانا تقسیم کرو اللہ برکت دے گا خلیفہ صاحب نے کہا کہ سب آدمیوں نے کھانا کھایا اور کھانا پھر بھی بچ رہا۔

حافظ محمد انور نابینا ساکن ایبٹ آباد بیان کرتے ہیں کہ میں بلائنڈ سکول بہاولپور میں رہتا تھا رات کو نماز تہجد ادا کرنے کے لیئے بیدار ہوا تو سکول میں پانی نہیں تھا سکول سے ایک فرلانگ دور مسجد کی طرف چل دیا راستے میں جھاڑیاں وغیرہ تھیں اور میں اندھا تھا اچانک ایک سانپ میرے بائیں بازو پر آن پڑا میں نے فوراً دوسرے ہاتھ سے پکڑ کر پھینک دیا کچھ عرصہ بعد آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا تو حضرت پیر بارو نے فرمایا " بابو! سانپ وغیرہ کے نکلنے کا موسم ہے رات کو تہجد کے لیئے پانی کا انتظام کر کے سویا کرو۔

حالانکہ میں نے آپ سے اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا تھا۔

موت کا ایک دن معیّن ہے یہ دنیا فانی ہے یہاں کسی کو ثبات حاصل نہیں صرف ایک واحد ہستی ہے جو باقی رہے گی وہ ہے اللہ کی ذات۔

حضرت خواجہ غریب نواز کی عمر تقریباً ۱۳۰/۱۲۹ سال ہو چکی تھی لیکن ریاضت مجاہدہ اور معمولات کی وہی حالت رہی۔ کثرتِ ریاضت سے نحیف و کمزور تھے کہ ۲۹ رجب المرجب ۱۳۹۹ ہجری جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ کو تسبیح خانے میں دفن کیا گیا جہاں آج کل ایک عظیم الشان روضہ تعمیر کے آخری مرحلوں میں ہے

حضرت پیر بارو نے تعلیم و تدریس اور تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا تھا وہ آج بھی حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب بارو کی نگرانی میں جاری اور ساری ہے حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب کی زندگی مسلسل جدوجہد علم و عمل پیہم اور اخوت و محبت کا مجسم نمونہ ہے قحط الرجال کے اس دور میں ان کی زندگی طالبانِ حق کے لیے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہے حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب کی ظاہری و باطنی تربیت حضرت خواجہ غریب نواز پیر بارو نے اپنی نگرانی میں فرمائی ایک مرتبہ حضرت پیر بارو نے فرمایا کہ فقیر محمد مادر زاد ولی ہے حضرت خواجہ فقیر محمد آپ کی درگاہ کے سجادہ نشین ہیں اور حضرت پیر بارو کی روشن کی ہوئی شمع کو فروزاں کیے ہوئے ہیں

میں نے ضلع لیہ کے جتنے مزارات کی زیارت کی ہے صرف حضرت پیر بارو کے مزار پر آج بھی حقیقی معنوں میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری ہے اور حق تبلیغ دینِ اسلام ادا ہو رہا ہے خدا کرے یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے۔

حضرت زین العابدینؒ

سید زین العابدین سید محمد راجن شاہ سدا بھاگ کے نہایت چہیتے اور پیارے فرزند تھے سید زین العابدین بخاری کا مزار پیر محمد راجن شاہ صاحبؒ کے مزار کے جنوبی طرف واقع ہے

سید زین العابدین بخاریؒ مادر زاد ولی تھے آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے دادا سید حامد کبیر ثانی اور آپ کے والد سید محمد راجن شاہ صاحب نے کی آپ کی والدہ محترمہ مبارک خان لنگاہ کی بیٹی تھی

۹۳۲ ہجری بمطابق ۱۵۲۶ء میں جب سندھ کے حاکم شاہ حسین ارغون نے اوچ شریف پر حملہ کیا تو آپ کے دادا مع خاندان کے وہاں سے نقل مکانی کر کے عیسے اخیل میں منتقل ہو گئے آپ کو سیر و سیاحت کا بہت شوق تھا۔

روایت کی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ سید زین العابدین بخاری جنگل میں شکار کر رہے تھے کہ جب آپ اس جگہ پہنچے جہاں آج کل آپ کا مزار ہے تو یہاں ایک قبر پر عذاب ہو رہا تھا اس قبر سے عذاب کی وجہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے سید زین العابدین نے یہ دیکھا تو بارگاہ رب العزت میں دعا کی قبر سے آگ کے شعلے نکلنے بند ہو گئے جب آپ واپس مڑے تو کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد قبر سے آگ کے شعلے پھر سے بلند ہونے لگے ۔اور آپ کو ایک آواز سنائی دی کہ مجھ پر رحم فرما کر اس عذاب سے نجات دلا کر جائیں آواز سنے

آپ کو بہت سے واسطے دیئے آپ ایک بار پھر واپس آئے تو عذاب قبر پر موقوف ہوا لیکن جب آپ پھر چلنے لگے تو پھر قبر سے آواز آنے لگی کہ اگر آپ چلے گئے تو مجھ پر پھر سے عذاب شروع ہو جائے گا۔ آپ کو اس گنہگار صاحب قبر پر ترس آگیا آپ نے ایک جگہ قبر کے ساتھ نشان لگایا اور کہا کہ انشا اللہ اب اس قبر پر عذاب نہیں ہو گا اور میں یہیں دفن ہوں گا یہاں قبر کا نشان لگا کر آپ پھر مصروف شکار ہو گئے۔

قضائے الہی کہ تھوڑی ہی مدت بعد عالم جوانی میں آپ اس جہانِ فانی سے رحلت فرما گئے چونکہ آپ کے سارے خاندان کے بزرگوں کی قبریں اوچ شریف میں تھیں اس لیئے آپ کے والد آپ کی میت کو کشتی میں رکھ کر اوچ شریف کی طرف روانہ ہو گئے لیکن جب آپ اس جگہ کے سامنے پہنچے تو کشتی دریا کے کنارے لگ کر رک گئی کشتی کو آگے لے جانے کی بہت کوشش کی گئی لیکن کشتی آگے نہ جا سکی

مخدوم راجن شاہ صاحب بھی ایک صاحبِ کشف بزرگ تھے انہیں سید زین العابدین کے وعدے کا علم بذریعہ کشف ہو گیا مخدوم راجن شاہ نے آپ کو یہیں دفن کرا دیا چونکہ مخدوم راجن شاہ کو اپنے بیٹے سے حد درجہ محبت تھی اس لیئے آپ نے اس جگہ جنگل کو صاف کرایا زین العابدین کی قبر پر پختہ مزار تعمیر کرایا ایک درگاہ کی بنیاد رکھی اور اس جگہ کو جائے مسکن بنایا

دوسری روایت یہ ملتی ہے کہ آج کل جہاں آپ کا مزار ہے یہاں پر ایک جنگل تھا اس جنگل میں ایک قوم بہلیم تھی کھیتی باڑی کرتے اور نہ ہی کسی کو مالیہ ادا کرتے تھے اگر ان پر فوج لائی جاتی تو یہ جنگل میں چھپ جاتے تھے غرض کہ جنگل میں ان کی حکمرانی تھی سید زین العابدین شکار کے بہت شوقین

تھے ایک مرتبہ ہمرائیوں کے ساتھ یہاں شکار کھیل رہے تھے کہ بہلیم قوم نے آپ پر حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیا آپ کے ساتھیوں نے جنازہ پڑھ کر یہیں دفن کر دیا اور آپ کے خاندان کو عیسےٰ خیل میں اطلاع دی چونکہ سید محمد راجن شاہ صاحب کو اپنے بیٹے سے بہت محبت تھی اس لیئے انہوں نے یہاں آ کر قوم بہلیم سے جنگ کی انہوں نے ان کو جنگل سے نکال دیا خود قابض ہو کر جنگل کو صاف کرا کر آباد کاری شروع کی سید زین العابدین کی قبر پر مزار تعمیر کروایا ایک درس گاہ کی بنیاد رکھی اور یہیں رہائش اختیار کی

سید زین العابدین کے مزار پر ہر وقت تالا لگا رہتا ہے زائرین باہر سے دروازے پر آ کر زیارت کرتے ہیں مجھے مجاوروں نے بتایا ہے کہ یہ تالا صرف دسویں محرم کے موقع پر کھولا جاتا ہے .اس کی وجہ معلوم نہ ہو سکی کہ ایسا کیوں کیا جاتا ہے ؟

بابا نانگا فقیر رح (حالات نا معلوم)

سید جہان شاہ بخاریؒ

دربار جہان شاہ بخاریؒ کا مزار شہر کالونی لیّہ کے جنوب کی طرف واقع ہے آپ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ آپ صاحب جلال بزرگ تھے علاقہ بہاول پور سے یہاں تشریف لائے

روایت کی جاتی ہے اور اس روایت کی تصدیق ۱۸۷۸/۸۰ء کے ریکارڈ بندوبست سے بھی ہوتی ہے کہ سید جہان شاہ بخاریؒ علاقہ بہاول پور سے لیّہ میں ۱۷۷۰ء اور ۱۷۷۹ء کے دوران آئے۔ آج کل جہاں آپ کا مزار ہے آپ نے اس جگہ کو غیر آباد دیکھ کر ڈیرہ لگایا آپ کے ساتھ آپ کا ہمشیرہ زادہ سید مرید حیدر شاہ بھی آیا

جب آپ کی بزرگی اور فقیری کا چرچا دور دور تک ہوا تو بہت سی اقوام کے لوگ آپ کے معتقد ہو گئے حسن خان سکرانی جو کہ اس وقت منکیرہ کے جسکانی بلوچ حکمران کی طرف سے لیّہ کا صوبہ دار تھا سید جہان شاہ بخاری کا نہایت معتقد تھا اس نے آپ کو کچھ رقبہ برائے آباد کاری دیا اور ایک کنواں اپنی لاگت سے بنوا دیا اور اسی کنویں سے سیراب ہونے والی زمین اور پیدا ہونے والی فصل پر لگان بھی معاف تھا چونکہ سید جہان شاہؒ نے شادی نہ کی تھی اس لئے جب آپ نے وفات پائی تو سید مرید شاہ جو کہ آپ کا بھانجا تھا اس کنویں اور زمین کا مالک بنا۔ اسی نے آپ کی قبر پر پختہ مزار تعمیر کروایا اور خود اس کا مجاور بن گیا۔

حضرت شیخ جلوؒ

آپ کا اصل نام شیخ جلال الدین تھا لیکن آپ شیخ جلوؒ کے نام سے زیادہ مشہور ہوئے آپ کے ابتدائی حالات کی تفصیل نہیں ملتی۔
عبداللطیف گرواں ریٹائرڈ پٹواری روایت کرتے ہیں کہ شیخ جلال الدین دہلی سے اس علاقہ میں تشریف لائے آپ نے دہلی کو چھوڑ دیا اور مغرب کی طرف روانہ ہو گئے کچھ مدت کے بعد جھنگ پہنچے لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد آپ جھنگ سے تھل چولستان میں آ کر مصروف عبادت ہو گئے نواں کوٹ سے مغرب کی طرف ایک بستی جورتے والی مشہور ہے یہاں آپ نے ایک جنڈ کے درخت کے نیچے ڈیرہ لگایا اور ۱۳ سال تک یہیں عبادت کرتے رہے آپ اکثر روزہ سے رہتے اور چالیس دن کے بعد روزہ کھولتے غذا میں جو کی روٹی کھاتے یہاں سے ۱۳ سال عبادت کرنے کے بعد حج اور زیارت روضہ رسول سے دل کو تسکین اور آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائی آپ کی خواہش تھی کہ باقی زندگی روضہ رسول پر گذار دی جائے لیکن ایک رات رسول پاکؐ کی طرف سے خواب میں ہندوستان جاکر تعلیم وتبلیغ کا حکم ہوا۔
دوسرے دن آپ ہندوستان کے لیے روانہ ہوئے تو پاسداریِ ادب کی خاطر آپ نے روضہ رسولؐ کی طرف پیٹھ نہ کی اور ۱۲ کوس تقریباً

۲۰ میل کا سفر آپ نے الٹے قدموں کیا آپ کی اس عقیدت و محبت سے رسول پاکؐ نے آپ کو بشارت دی کہ جہاں شیخ جلو رہے گا وہاں ۱۲ کوس تک مردوں پر عذابِ قبر نہ ہوگا آج بھی مسلمانوں میں یہ عقیدت پائی جاتی ہے کہ وہ شیخ جلو کے قبرستان میں دفن ہونا زیادہ پسند کرتے ہیں روایت کی جاتی ہے آپ کے قبرستان میں ہزاروں اولیائے اللہ مدفون ہیں۔

عرب سے آکر آپ نے لیہ میں ڈیرہ لگایا آپ کے ہاتھوں بہت سے لوگ مسلمان ہوئے لیہ میں جتنی شیخ برادری موجود ہے ان کے آباؤ اجداد حضرت شیخ جلو کے ہاتھوں مسلمان ہوئے۔

حضرت شیخ جلو صاحب کا مزار وسیع رقبہ پر پھیلا ہوا ہے لیکن اب آس پاس کی زمین آباد ہو چکی ہے لیکن اس کے باوجود بھی جب کوئی آدمی فوت ہوتا ہے تو اُسے اس قبرستان میں دفن ہونے کی جگہ مل جاتی ہے۔

آپ کے متعلق ایک اور روایت کی جاتی ہے کہ آپ اپنے دور کے زبردست چور اور ڈاکو تھے۔ چوریاں اور ڈاکے آپ کا مشغلہ تھا اس زمانے میں کنویں چلتے تھے ایک رات آپ ایک کنویں کے پاس اس گھات میں چھپے ہوئے تھے کہ جونہی موقع ملا، بیلوں کو کنویں سے لے جائیں کہ کسان نے اپنے دوسرے ساتھی کو پکار کر کہا کہ بھائی تیری باری لگ گئی شیخ جلو نے یہ سنا تو آپ کے دل میں کھلبلی مچ گئی سوچا باری تو ہر ایک کی آنی ہے آج نہیں تو کل میری باری بھی آئے گی اس آواز نے آپ کو موت یاد دلادی

اور یہ حقیقت ہے کہ موت کے آگے تو بڑے بڑے متکبروں کا پتہ پانی ہو جاتا ہے۔ جس جگہ آپ چھپے ہوئے تھے وہیں سے آپ نے الٹے قدموں توبہ توبہ کرتے ہوئے پیچھے ہٹتے گئے آپ نے چوری ڈاکہ اور برائی سے توبہ کی آئندہ کے لیئے خود کو عبادت کے لیئے وقف کر دیا جن لوگوں سے زیادتیاں کی تھیں ان سے جا کر معافی مانگی اور گھر میں جو کچھ موجود تھا سب کا سب خدا کے نام پر غرباء میں تقسیم کر دیا ۱۳ سال تک عبادت میں مشغول رہے اور اس کے بعد روضہ رسول پر حاضری دی حج کا فریضہ ادا کیا آپ کی خواہش تو روضہ رسول پر باقی عمر گذارنے کی تھی لیکن خواب میں حکم ہوا کہ ہندوستان میں جا کر اسلام کی تبلیغ کریں اور اس طرح آپ عرب سے لیہ تشریف فرما ہوئے

بہت سی اقوام آپ سے محبت وعقیدت کرنے لگیں جن میں بگٹ، اُنترا، گرواں کھوکھر وغیرہ شامل ہیں

آپ کی قبر کچی ہے اور چار دیواری بھی بنی ہوئی ہے بہت سے لوگوں نے مزار تعمیر کرنے کی کوششیں کی ہیں لیکن آپ نے ان لوگوں کو ہمیشہ خواب میں مزار کی تعمیر سے روک دیا

روایت کی جاتی ہے کہ انگریزوں کے دور میں قیام پاکستان سے قبل ایک شخص کو قتل کر دیا گیا آپ کی قبر کے مجاور نے پولیس کو اطلاع دی تو پولیس نے اسی مجاور کو گرفتار کر لیا پولیس نے بذریعہ تشدد اس سے تسلیم بھی کرا لیا لہٰذا اسی مجاور کو مجرم بنا کر عدالت میں پیش کر دیا گیا فیصلہ کی پیشی تھی کہ انگریز منصف

کی عدالت میں ایک کفن پوش شخص آموجود ہوا اس نے عدالت کو بتایا کہ مذکورہ مجاور مجرم نہیں بلکہ یہ قتل فلاں شخص نے کیا ہے آلات قتل فلاں قبر کے ساتھ دفن ہیں اس کفن پوش شخص نے یہ بھی بتایا کہ یہ قتل میری قبر کے ساتھ ہوا تھا اور اس نے اپنی قبر کی نشاندہی بھی کی یہ کہہ کر وہ غائب ہوگیا۔ پولیس فوراً حرکت میں آئی جس جگہ نشاندھی کی گئی تھی وہاں سے آلۂ قتل بھی برآمد کیا گیا اور اصل قاتل کو بھی گرفتار کرلیا گیا جس نے اقرار جرم کرلیا۔ اس طرح حضرت شیخ جلوؒ نے اپنی درگاہ کے مجاور کو ناکردہ گناہ کی سزا سے بچالیا۔ اس مقتول کی قبر شیخ جلو کے مدفن کے مشرق میں بیان کی جاتی ہے

۱۸۷۸/۸۰ء کے ریکارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً ۴۰۰ سال قبل یعنی اندازاً ۱۶۰۰ء میں آپ لیہ میں تشریف لائے خانقاہ والا پر ڈیرہ لگایا۔ یہیں پر ایک مسجد بنوائی اور ایک کنواں کھدوایا اور یہیں تعلیم و تبلیغ شروع کی

حضرت جلال الدین گرواں المعروف شیخ جلوؒ کے دو بیٹے تھے جن کے نام ریکارڈ ۱۸۷۸/۸۰ء کے مطابق شیخ پلیا اور شیخ کریم داد تھے جن کی اولاد سے شیخ عبداللطیف جو کہ آپ کی نسل سے تھا لاولد فوت ہوا بہرصورت موجودہ قوم گرواں خود کو آپ ہی کی نسل سے بتاتے ہیں۔

حضرت شاہ اشرف بغدادیؒ

حضرت شاہ اشرف بغدادیؒ کا مزار مبارک لیہ شہر کے مغرب میں پرانی کچہریوں کے ساتھ واقع ہے روایت کی جاتی ہے کہ آپ ایک سوداگر تھے بغداد سے کابل تک اور کابل سے ملتان تک مال لے کر آتے اور اس کو بیچ کر یہاں سے پھر مال خرید کر واپس چلے جاتے۔ ایک دفعہ آپ ملتان سے مال خرید کر واپس کابل جا رہے تھے کہ دوپہر کے وقت آپ نے اس جگہ آرام کرنے کے لیئے پڑاؤ کیا جہاں آج کل آپ کا مزار ہے آپ اور آپ کے قافلے والے اونٹوں سے بار (وزن) اتارنے میں مصروف تھے کہ جس اونٹ پر آپ کا مال لدا ہوا تھا وہ بیٹھے بیٹھے مر گیا اور جب آپ مال اتارنے لگے تو اونٹ کو مرا ہوا دیکھ کر حیران ہو گئے

اچھے بھلے اونٹ کی موت نے آپ کو غور و فکر میں مبتلا کر دیا دنیا کی بے ثباتی کے متعلق سوچا اپنے گریبان میں جھانکا، موت تو حق ہے یہ دنیا فنا ہے یہاں کسی کو ثبات نہیں ماسوائے اللہ کے۔ قافلے والوں نے دوپہر کا کھانا تیار کیا لیکن آپ نے کسی طرف توجہ ہی نہ کی آپ کی کایا ہی پلٹ چکی تھی۔ دل و دماغ نے فیصلہ کر لیا تھا کہ دنیاداری بہت کر لی عمر کا کوئی بھروسہ نہیں اونٹ کی طرح بیٹھے بیٹھے ایک ہی لمحہ میں سانس جسم کا ساتھ چھوڑ دے قافلہ روانہ ہونے کی تیاری کرنے لگا آپ نے قافلے کو روانہ کر دیا خود ایک

جھونپڑی بنا کر یاد اللہ میں مصروف ہو گئے

حضرت شاہ اشرف بغدادی حضرت شاہ حبیب کی وفات سے تقریباً تین سال کے بعد لیہ میں تشریف لائے آپ نے ابتدائی تعلیم بغداد ہی میں حاصل آپ سے متعلق یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آپ کے والدین کا کیا نام تھا؟

روایت کی جاتی ہے کہ اس زمانے میں حضرت کمو کامل جو کہ ولی، عالم بے بدل تھے لیہ میں تعلیم و تدریس دیتے تھے شاہ اشرف بغدادی ان کی خدمت میں اکثر حاضر رہتے۔ حضرت کمو کامل اور شاہ اشرف بغدادی میں نہایت دوستانہ تعلق تھا شیخ جلال الدین گرداں المعروف شیخ جلو رح اور حضرت شاہ اشرف بغدادی ہمعصر تھے

شاہ اشرف کے مزار مبارک کے سامنے ایک بوہڑ کا درخت موجود ہے اس کے متعلق ایک روایت تو یہ ہے کہ بوہڑ کا درخت شاہ اشرف نے خود اپنے ہاتھوں سے لگایا تھا لیکن ایک روایت یہ بھی کی جاتی ہے کہ بوہڑ کا یہ درخت کمو کامل رح کے حجرے کے سامنے موجود تھا ایک دفعہ شاہ اشرف نے حضرت کمو کامل سے بوہڑ کا درخت مانگا لیکن حضرت کمو کامل نے انکار کر دیا شاہ اشرف بغدادی نے کمو کامل رح سے فرمایا کہ اچھا تو لے جاؤ اگر بوہڑ کا درخت تمہارے ساتھ جاتا ہے۔ شاہ اشرف نے بہتیرا زور لگایا لیکن بوہڑ کا درخت نہ لے جا سکے ایک مرتبہ حضرت کمو کامل کہیں گئے ہوئے تھے شاہ اشرف حضرت کمو کامل کی جگہ پر پہنچے بوہڑ کے درخت کو اپنے ساتھ چلنے کا حکم دیا اور درخت کو ساتھ لے کر اپنے جھونپڑے کی طرف چل پڑے لیہ میں جہاں آج کل گورنمنٹ ہائی سکول ہے جب آپ یہاں پہنچے تو درخت کچھ دیر کے لیئے رک گیا آپ نے پھر درخت کو چلنے کا حکم دیا تو بوہڑ کا یہ درخت دو حصوں میں تقسیم ہو گیا

ایک تو آپ کے ساتھ روانہ ہو گیا اور دوسرا حصہ وہیں کھڑا رہ گیا جو کہ آج بھی ہائی سکول کی عمارت کے مغربی طرف دیکھا جا سکتا ہے روایت کی جاتی ہے کہ حضرت شاہ اشرف رح کی طبیعت مبارک میں بہت جلال تھا آپ نے جہاں ڈیرہ لگایا تھا وہاں جال کے درخت بہت زیادہ تھے اور آج بھی موجود ہیں ایک مرتبہ ایک تجارتی قافلہ آکر ٹھہرا تو اونٹ والوں نے اپنے اونٹ چرنے کے لئے چھوڑ دیئے اونٹوں نے جب جال کو کھانا چاہا تو اونٹوں کے منہ وہیں بند ہو کے رہ گئے اور جن اونٹوں نے جال کھانے کے لئے منہ کھولے تھے وہیں کھلے رہ گئے تھے

قافلے والے یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے آخر آپ کی جھونپڑی میں پہنچے معافیاں مانگیں تب کہیں جا کر اونٹ پہلی حالت میں ٹھیک ہو گئے ۔

آپ نے جہاں ڈیرہ لگایا ہوا تھا یہاں سے نہ کوئی شخص لکڑی کاٹ کر لے جا سکتے تھے اور نہ ہی یہاں پر جانور گھاس چر سکتے تھے اس وجہ سے ایک وقت یہ علاقہ گھنے جنگل کی صورت اختیار کر گیا لوگ یہاں سے لکڑی کاٹنے اور گھاس کاٹنے میں سخت خوف محسوس کرتے تھے ۔

آپ سے بہت سے لوگوں کو فیض پہنچا ۔ سید ریاض حسین شاہ اور سید اختر حسین شاہ (سابق چیئرمین بلدیہ لیہ) کا خاندان بھی حضرت شاہ اشرف بغدادی کا معتقد تھا ۔ لیہ کی مشہور شخصیت سید نذر حسین شاہ بھی یہیں دفن ہیں ۔ حاجی دلدار احمد حسینی روایت کرتے ہیں کہ بہت سے لوگوں نے آپ کے مزار بنانے کی کوششیں کیں لیکن کئی دفعہ مزار کی دیواریں ایک دن کھڑی کی گئیں تو وہ دیوار دوسرے دن

گر جاتی تھی۔

۱۹۷۹ء میں حاجی دلدار احمد، عبدالغفور چشتی صابری اور شیخ غلام نبی نے مزار پر حاضر ہوکر آپ سے پختہ مزار تعمیر کرنے کی اجازت چاہی تو رات کو خواب میں مزار کی تعمیر کی اجازت دے دی آپ کی اجازت سے ۱۹۷۹ء میں ہی آپ کے مزار کی تعمیر شروع کردی گئی ساتھ ہی شاہ اشرف بغدادی کی بنائی ہوئی مسجد پختہ کی گئی

۱۹۷۱ء میں آپ کے مزار مبارک پر عرس شروع کیا گیا عرس کے موقع پر مزار کو غسل دیا جاتا ہے، چادر چڑھائی جاتی ہے ختم قرآن محفلِ میلاد اور محفلِ سماع منعقد کی جاتی ہے لنگر تقسیم کیا جاتا ہے آج آپ کے مزار پر روزانہ سیکڑوں لوگ حاضر ہوتے ہیں دعائیں مانگتے ہیں اور مرادیں پاتے ہیں

کسی دِن ادھر سے گذر کر تو دیکھ
بڑی رونقیں ہیں فقیروں کے ڈیرے پر۔

حضرت خیر شاہ رح

سید خیر شاہ بستی لسکانی والا کے رہنے والے تھے جو کہ کافی عرصہ پہلے دریائے سندھ کے کٹاؤ کی نذر ہو چکی ہے آپ کے والد کا نام سید عبدالرزاق شاہ رحمۃ اللہ تھا آپ کا شجرہ پیر غیاث الدین رنخ بریں عالم پیر سے جا ملتا ہے سید خیر شاہ رحمۃ اللہ چھوٹی ہی عمر میں حضرت سلطان العارفین سلطان باہو کی خانقاہ مقدس پر تشریف لے گئے کچھ عرصہ آپ نے دربار پر رہ کر کسب فیض کیا بعد ازاں آپ سید مراد شاہ رح کی روحانیت سے فیض حاصل کرنے کے لیئے ان کی خدمت میں حاضر ہو گئے سید مراد شاہ کا مزار مبارک ڈیرہ اسماعیل خان کے قریب موضع لونڈا میں ہے سید مراد شاہ رح حضرت سلطان نورنگ کھتران رح کے خلیفہ تھے بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے خشکی اور تری میں بہت سے مجاہدے کیئے اور ذکر و فکر کے شغل کو بدرجۂ کمال پہنچایا

کتاب مناقب سلطانی میں لکھا ہے کہ پیر خیر شاہ اس طرح کے صاحب نورانیت تھے کہ نگاہ آپ کے چہرۂ مبارک کی زیارت سے سیر نہ ہوتی تھی۔ آپ کا جلال ایسا تھا کہ جب تک کسی کو خود نہ بلاتے کسی کو آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی جرأت نہ ہوتی ہر شخص ہاتھ باندھے سر جھکا کر کھڑا رہتا۔ پیر سید خیر شاہ ...

تھے گو صاحب جاہ و مملکت تھے لیکن آپ ایک آزاد منش فقیر کی طرح
زندگی بسر کرتے اور سلوک، احیائے سنت، نوافل، تلاوت قرآن
تہجد اور رات کے جاگنے میں بڑے مستعد تھے ہر وقت تنہا بیٹھے رہتے
اور درویش کسی دیوار یا درخت کے پیچھے بیٹھتے تھے جسے یاد فرماتے
حاضر ہو جاتا سینکڑوں آدمی آپ کے مرید تھے ان میں سے اکثر خود
بھی صاحب تاثیر تھے

سید خیر شاہ صاحب کرامت بزرگ تھے آپ سے اکثر کرامات ظاہر
ہوئیں جو کہ آج عوام الناس میں مشہور ہیں آپ حضرت سلطان باہو
کے مزار پر حاضر ہوتے کچھ عرصہ خانقاہ میں حاضر رہ کر واپس چلے جاتے
دربار سلطان باہو پر آپ اعلانیہ سوال جواب فرماتے آپ کو آنکھ بند کرنے
یا مراقبہ کرنے کی ضرورت نہ تھی آپ کا یہ معاملہ اس وقت ظاہر و روشن
ہوا جب آپ آخری بار حضرت سلطان باہو کی خانقاہ مقدس کی زیارت
کے لیئے گئے تو اپنے تمام فرزندوں کو ساتھ لے گئے اس زیارت کی واپسی
پر آپ نے وفات پائی اور حضرت مخدوم حامد محمود و پیر محمد راجن کے شمال
مشرق میں مدفون ہوئے جہاں آپ کا مزار آپ کے خاندان اور مریدوں
نے تعمیر کرایا آپ کی اولاد میں سید جلال محمدؒ صاحب حال بزرگ تھے
آپ بھی اپنے والد کی طرح ہمیشہ ذکر و فکر میں مشغول رہتے ایک دم بھی
آپ کی زبان یادِ اللہ سے غافل نہ رہتی

مصنف مناقب سلطانی لکھتے ہیں کہ آپ نے اپنے والد بزرگوار
کی ایک حالت سنائی آپ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد ماجد رات
کو آرام فرماتے تو میں بلا ناغہ آپ کے پاؤں دبایا کرتا تھا جب میرے

دل میں اٹھنے کا ارادہ ہوتا تو والد یا جار گو بظاہر سوئے ہوئے ہوتے
لیکن اسی وقت اپنے پاؤں سکیڑ لیتے اور میرے ہاتھ سے چھڑا لیتے
پیر سید خیر شاہ کی تمام زندگی احیائے سنت کی پیروی کرنے
اور کرانے میں گذری ۔

مائی جیون ؒ

قصبہ جمن شاہ لیّہ سے مغرب کی طرف نالہ کے کنارے ایک مقام شہیثہ مار کہلاتا ہے اس جگہ درختوں کا ایک جھنڈ ہے درختوں کے اس جھنڈ کے اندر ایک قبر موجود ہے جو کہ مائی جیون کی قبر کہلاتی ہے

چونکہ یہ قبر نالہ کے قریب ہے جو کہ دریائے سندھ کی ایک شاخ ہے یہاں ہر سال سیلاب آتا ہے لیکن سیلاب کا پانی درختوں کے اس جھنڈ میں داخل نہیں ہوتا حالانکہ یہ جگہ عام زمین کی سطح کے برابر ہے

۱۹۷۳ء میں یہاں بہت بڑا سیلاب آیا تھا گاؤں کے گاؤں تباہ ہو گئے تھے مگر اس وقت بھی سیلاب کا پانی قبر کے نزدیک نہیں آ سکا ۔

وہ لوگ جو اولیائے اللہ کی بعد از موت کرامات اور تصرفات پر یقین نہیں رکھتے وہ سیلاب کے موسم میں یہ زندہ کرامت خود اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کر سکتے ہیں ۔

میاں محمد عارفؒ شہید کلہوڑہ

پرانے دفاتر تحصیل سے مشرق کی طرف صدر بازار تک جانے والی گلی میں جائیں تو تقریباً ۱۰۰ گز کے فاصلے پر دائیں طرف پیلو کے بڑے بڑے درختوں میں سبز گنبد والی زیارت گاہ نظر آتی ہے جو کہ شہید محمد عارف کے نام سے موسوم ہے

میاں محمدؒ عارف شہید سندھ کے کلہوڑہ خاندان کے آخری فرمانروا میاں عبدالنبی کے گوشہ جگر تھے سندھ پر کلہوڑوں کی حکومت ۱۱۳۱ ہجری تا ۱۱۹۷ ہجری تک رہی میاں محمد عارف شہید کے خاندانی حالات سے متعلق تاریخ کی کتابوں میں اختلاف نظر آتا ہے تاریخ سندھ اور تاریخ کی دوسری کتابوں میں خاندانِ کلہوڑہ کا شجرہ حضرت عباس سے ملایا گیا ہے اس لیئے آپ کا خاندان عباسی کہلاتا ہے لیکن لیہ کے معروف لکھاری اور صحافی جناب برکت اعوان اپنے ایک مضمون شائع شدہ نوائے وقت ملتان میں آپ کے خاندان کے متعلق لکھتے ہیں

"۔۔۔ حضرت میاں محمد عارف شہید سرائی مسلک کے بلوچ خاندان کے چشم و چراغ ہیں جنہوں نے تھل کے تپتے ہوئے صحراؤں میں عرفان حق محبت و آشتی کا علم بلند کر رکھا ہے خلوص و محبت کی اس گھنی چھاؤں والے بزرگ کے صوائی عقیدت مندوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے ۔۔۔"

سندھ کی تاریخ میں یہ خاندان ، خاندانِ کلہوڑہ کے نام سے مشہور ہے

آتا ہے اور اس خاندان میں جو سب سے پہلا قابلِ ذکر شخص ہے وہ میاں آدم شاہ کلہوڑہ ہے، جس کا مزار سکھر میں ہے جو کہ ٹیکری آدم شاہ کے نام سے مشہور رہے میاں آدم شاہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ علوم ظاہری و باطنی میں کامل دسترس رکھتے تھے بڑے باعلم و باعمل، ریاضت و ہمت اور پاک دامنی میں یکتائے زمان اور درویشوں کے تمام اخلاق و اوصاف کے حامل تھے سلسلہ سہروردیہ کے پیرو اور سید محمد جونپوری سے متأثر تھے چونکہ سید محمد جونپوری کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے مہدویت کا دعویٰ کیا تھا اس لیئے اس کے پیروکار مہدوی کہلاتے تھے چونکہ میاں آدم شاہ بھی اس تحریک سے متأثر تھے اور یہ لوگ آبادی سے ہٹ کر جنگلوں اور صحراؤں میں رہتے اس لیئے صحرائی کہلاتے جو بعد میں بگڑ کر سرائی بن گیا

لہٰذا سندھ کا یہ کلہوڑہ خاندان جو کہ سندھ پر حکمرانی کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے علمی و باطنی کمالات اور خرق و عادات کے باعث سلسلہ پیری و مریدی بھی جاری رکھے ہوئے تھا تالپوروں کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے شکست سے دوچار ہوئے تو ہزیمت خوردہ ہو کر جودھپور چلے گئے اور دوبارہ سندھ پر قبضہ کرنے کے لیئے طاقت جمع کرنے لگے لیکن حسبِ ضرورت فوج مہیا نہ ہو سکی تو میاں عبدالنبی نے سندھ و بھکر کی اجارہ داری حاصل کرنے کے لیئے کوششیں شروع کر دیں عزت رام وکیل اور نواب امین الملک کی سفارش سے لیہ و بھکر کی سند اجارہ داری میاں صاحب کو مل گئی۔ میاں صاحب کو لیہ اور بھکر کے علاقے نا صرف بطور جاگیر مل گئے بلکہ چالیس ہزار روپے نقد بھی امداد کے طور پر عطا ہوئے ان دِنوں لیہ اور بھکر بلوچوں کے قبضہ میں تھے اِن علاقوں کی حکومت حاصل کرنے کے لیئے میاں صاحب کو بلوچوں سے جنگ کرنا پڑی سب سے پہلے میاں

صاحب نے لیہ کو فتح کر لیا اور پھر اپنے بیٹے محمد عارف راجہ لیکھی اور پلیا فقیر کی سرکردگی میں ایک فوج منکیرہ فتح کرنے کے لیئے بھیجی جو کہ کامیاب ہوئی اور لیہ، بھکر اور منکیرہ کے علاقے میاں صاحب کے قبضہ میں ۱۰ر مارچ ۱۷۸۹ء میں آگئے۔[۱]

میاں محمد عارف نے ابتدائی تعلیم سندھ ہی میں حاصل کی۔ آپ نے قرآن حفظ کیا چونکہ آپ کے خاندان میں حکمرانی کے ساتھ ساتھ سلسلہ پیری و مریدی بھی چلا آرہا تھا اس لیئے جب اس علاقے میں مکمل سکون حاصل ہوا تو محمد عارف سلسلہ فقیری کی طرف متوجہ ہوئے لوگوں میں تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کی دعوت کا مقصد احیائے سنت و قیام فرض امر بالمعروف و نہی المنکر تھا ویسے بھی آپ کا خاندان باطنی طور پر سید محمد جونپوری کی تحریک مہدویہ سے وابستہ تھا، سید محمد جونپوری بڑے ہی پاک نفس، خدا پرست اور عالم فاضل آدمی تھے انہوں نے مہدوی برادری کو دائرے کا نام دیا جو مکمل مساوات کی علامت ہے ان کے دائرے میں چھوٹے بڑے اور امیر و غریب کا امتیاز نہ تھا مرید دائرے میں اجتماعی زندگی بسر کرتے اور ضروریات زندگی آپس میں برابر برابر تقسیم کر لیتے تھے اس جماعت کو جو خالی زمین ملتی اُس پر قبضہ کر لیتے اور مشترکہ کھیتی باڑی کرتے جب فصل تیار ہو جاتی تو ضرورت کے مطابق رکھ کر باقی غربا اور ضرورت مند لوگوں میں تقسیم کر دیتے۔ دنیا پرست پیروں اور خدا سے غافل حکمرانوں کے خلاف سخت رویہ اختیار رکھتے تھے اس لیئے سید محمد جنپوری کی نسبت اعتقادِ مہدویہ وغیرہ کو بنیادِ تکفیر قرار دیا[۲] میاں عارف شہید نے بھی لیہ بھکر اور علاقے جھنگ تک

---

[۱] نواب مظفر خان اور اس کا عہد[۲] تاریخ سندھ عہد کلہوڑہ

سفر کر کے لوگوں کو پابند شریعت اور احیائے سنت کا فریضہ سر انجام دیا۔ سنت نبوی کا قیام آپ کا پہلا مقصد زندگی تھا جو لوگ آپ سے مرید ہوتے انہیں پابند شریعت بناتے داڑھی رکھنے کی تلقین فرماتے اور تمباکو نوشی سے مکمل پرہیز کا وعدہ لیتے یہی وجہ ہے کہ آج بھی جو لوگ آپ سے اعتقاد رکھتے ہیں وہ نہ تو تمباکو نوشی کرتے ہیں اور نہ ہی تمباکو کی فصل کی کاشت کرتے ہیں

روایت کی جاتی ہے کہ میاں محمد عارف جاگیر کے انتظام و انصرام کی طرف توجہ نہ کرتے تھے بلکہ جاگیر اور حکومت سے متعلق تمام امور آپ کے والد محترم میاں عبدالنبی سر انجام دیتے لیہ اور بھکر کی جاگیر میاں عبدالنبی کو سالانہ رقم کی ادائیگی کے وعدہ پر ملی تھی لیکن میاں صاحب وعدہ اور معاہدہ کے مطابق یہ رقم ادا نہ کر سکے اور جب ۱۷۹۳ء میں والئ کابل تیمور شاہ کی وفات ہوئی تو عبدالنبی کے ذمہ ایک لاکھ بیس ہزار کی گراں بہار رقم باقی تھی[ل] تیمور شاہ کے بعد زمان شاہ مسند آرائے سلطنت کابل ہوا تو اس رقم کی طلبی کی گئی لیکن میاں صاحب یہ رقم ادا نہ کر سکے اس سے پہلے کہ جاگیر واپس لے لی جاتی پھر نواب امین کی سفارش کام آئی ۵۰۰ اونٹ دینے کا فیصلہ ہوا گو کہ مالیہ کی وصولی میں میاں صاحب سے نرمی برتی گئی لیکن میاں صاحب رقم کا کچھ حصہ بھی ادا نہ کر سکے جب زمان شاہ نے قندھار کی مہم میں میاں صاحب سے کہا کہ اپنا دستہ لے کر فوج میں شامل ہو جاؤ تو میاں صاحب نے یہ حکم بھی نہ مانا زمان شاہ نے غصہ میں آکر لیہ اور بھکر کی جاگیر محمد خان سدوزئی کو عنایت کر دی اور مظفر خان صوبہ دار کو حکم دیا کہ محمد خان سدوزئی کی امداد کر کے لیہ اور بھکر

[ل] تاریخ سندھ عہد کلہوڑہ

پر قبضہ کر آئے۔ ۱۹۳۰ء میں محمد خان سدوزئی نے لیئہ پر حملہ کر دیا۔ لیکن محمد عارف شہید اور راجہ لیکھی نے اپنے حمایتوں کے ساتھ مل کر لیئہ کا اس طرح دفاع کیا کہ سدوزئی شکست کھا کر بھاگ گئے لیکن محمد عارف شہید اور راجہ لیکھی نے ان کا پیچھا کیا تو سدوزئی فوج کے کچھ سپاہی ایک جنگل میں چھپ کر بیٹھ گئے اور جب گھوڑوں کی فوج وہاں سے گذرنے لگی تو انہوں نے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی جس سے محمد عارف، راجہ لیکھی اور دوسرے ساتھی شہید ہو گئے اور یوں لیئہ پر سدوزئیوں کا قبضہ ہو گیا

لیکن ایک اور روایت کی جاتی ہے کہ جب سدوزئیوں کو شکست ہوئی اور بھاگ گئے تو میاں عارف شہید اور راجہ لیکھی نے ان کا پیچھا کیا واپسی تک شام ہو گئی باہر سکھوں نے ڈیرہ لگایا ہوا تھا جو کہ تاجر پیشہ تھے جب میاں عارف شہید اور ساتھی گھوڑوں پر سوار وہاں سے گذرنے لگے تو سکھوں نے سمجھا کہ یہ ڈاکو ہیں اس لئے بچاؤ کی خاطر انہوں نے فائرنگ کر دی جس سے میاں عارف اور راجہ لیکھی شہید ہو گئے

میاں صاحب نے میاں عارف شہید کو لیئہ میں دفن کیا اور خود جیسل میر چلا گیا اور وہاں سے حاجی پور ضلع راجن پور میں آ گیا میاں عبدالنبی حاجی پور میں فوت ہوا اور وہیں مدفون ہوا

میاں عارف کے دو بیٹے تھے ایک کا نام محمد علی اور دوسرے کا نام غلام علی تھا

میاں عارف شہید کا مزار ۱۳۳۲ ہجری بمطابق ۱۹۲۰ء میں بنایا گیا تھا

اس سے پہلے قبل آپ کا مدفن موجودہ مزار کے جنوبی طرف تھا آپ کے جسم کو موجودہ مزار میں منتقل کیا گیا تو عینی شاہدوں کے مطابق جسم اطہر ایسے معلوم ہوتا تھا کہ جیسے حالتِ نیند میں ہو جو کہ اس حقیقت کا مظہر ہے کہ شہید زندہ ہوتا ہے

تحصیل چوبارہ اور ضلع جھنگ سے آج بھی ہزاروں عقیدت مند آپ کے مزار مبارک پر حاضر ہوتے ہیں منتیں مانتے ہیں مرادیں پوری ہوتی ہیں تو چڑھاوے چڑھاتے ہیں آپ کے مزار پر لوگ اپنے بچوں کی مُو تراشی کرتے ہیں اور اترنے والے بالوں کے ہم وزن حسبِ استطاعت سونا چاندی چڑھاوا دیتے ہیں مرید جب مزار پر چڑھاوا دینے یا "شادمانہ" لے کر آتے ہیں تو سواری سے اتر کر مزار تک ننگے پاؤں آتے ہیں میاں محمد عارف شہید کے معتقدین اور مقلدین کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے سرائی مسلک کے لوگ جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو وہ ایک دوسرے کے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہیں جس کو "چُمّی" کہتے ہیں اور اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ خلوص و محبت کا اظہار کیا جاتا ہے رخصت ہوتے وقت "اللہ طاہر" کہتے ہیں

آپ کے مزار پر معتقدین سال میں دو دفعہ فصل کی کاشت اور کٹائی سے فارغ ہو کر حاضری دیتے ہیں اس وقت مزار کے سجادہ نشین زاہد حسین ہیں جو کہ میاں عارف شہید کے خاندان سے ہیں کچھ عرصہ قبل یہ مزار محکمہ اوقاف کی تحویل میں تھا لیکن اب محکمہ اوقاف نے واگذار کر دیا ہے

دربار پر سلسلہ فقیری و پیری مریدی میاں الٰہی بخش لیکھی کے توسط سے آج بھی جاری ہے جو کہ ایک درویش صفت آدمی ہیں

تاریخ کی معتبر کتاب گُل بہار میں میاں محمد عارف شہید کا شجرہ نسب یوں درج ہے "میاں محمد عارف بن میاں عبدالنبی بن غلام شاہ بن

میاں نور محمد بن میاں یار محمد بن میاں نصیر محمد بن میاں الیاس محمد بن میاں داؤد بن آدم شاہ بن ددده عباسی بن حمید بن محمد بن ہبلا بن تہلا بن کاہر بن پہار بن طاہر بن مہدی بن ہاشم بن قاسم بن ہارون بن رشید عباسی بن سنکراس بن عبداللہ بن عنبر بن حضرت عباس رض ۔

حضرت جمن شاہ رح

لیہ ملتان روڈ پر ایک قصبہ جمن شاہ آباد ہے چونکہ یہاں ایک بزرگ حضرت جمن شاہ رح محو خواب ہیں اور یہاں آپ ہی کی وجہ سے آبادی قائم ہوئی اس لیئے یہ قصبہ آپ کے نام سے مشہور رہے

آپ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ آپ سید جلال الدین بخاری جن کا مزار مبارک اُچ شریف میں ہے کی اولاد سے ہیں۔

آپ جب یہاں لوگوں میں تعلیم و تبلیغ اور احیائے سنت کے لیے تشریف لائے تو اس علاقہ میں صفراء (خون کی کمی) اور یرقان کی بیماری عام تھا تو لوگ آپ کے پاس حاضر ہوتے آپ انہیں دعا فرماتے تو قدرتِ کاملہ سے انہیں شفا مل جاتی ۔

یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے لوگ ہفتہ کے دن دربار پر جمع ہوتے ہیں زیارت کرتے ہیں اور شفاء پاتے ہیں

آپ کے تفصیلا حالات نامعلوم ہیں ۔

حضرت عنایت شاہ بخاریؒ

حضرت عنایت شاہ بخاریؒ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ آپ حضرت شہباز قلندر سندھڑی کے خلیفہ تھے حضرت عنایت شاہ نے شہباز قلندر سے خرقہ و خلافت پائی اور انہیں ان کی خدمت گذاری سے ہی باطنی فیض حاصل ہوا روایت کی جاتی ہے کہ حضرت عنایت شاہ صاحب لعل شہباز قلندر کے لنگر کے لئے پانی بھرا کرتے تھے اور آپ نے جس مٹکے میں پانی بھرا وہ آج بھی شہباز قلندر کے مزار پر محفوظ ہے اگر اس روایت کو سند مانا جائے تو پھر ہمیں یہ تسلیم کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی کہ لیہ میں پیر اصحابؒ کے بعد سب سے پہلے آنے والے ولی اللہ حضرت عنایت شاہ صاحب تھے کیوں کہ حضرت لعل شہباز قلندر اور حضرت بہاؤالحق زکریاؒ ہم زماں و ہم عصر تھے ان بزرگان دین کا دور تیرہویں صدی عیسوی تھا اس لیے حضرت عنایت شاہ بخاری کا اطراف لیہ میں آنا تیرہویں صدی ہی ثابت ہوتا ہے

جب حضرت شہباز قلندرؒ نے سید عنایت شاہ بخاری کو خرقہ و خلافت عطا فرمایا تو آپ کو حکم دیا کہ علاقہ تھل میں جا کر لوگوں میں تبلیغ کا م سرانجام دیں آپ نے اپنے مرشد کے حکم سے وداع ہو کر فتح پور کے نزدیک ایک بستی میں آ کر ڈیرہ لگایا آپ کے ہمراہ قوم لشاری کا ایک فرد بھی تھا یہاں آپ نے کھریّر یعنی (کرّی) کے درخت کے نیچے ڈیرہ لگایا آپ کا زیادہ وقت عبادت میں گذرتا تھا کئی کئی دن مراقبہ

کی حالت میں گذر جاتے کہ یہ کے اس درخت میں شہد کی مکھیوں نے چھتہ بنا رکھا تھا آپ جب کچھ کھانا چاہتے تو شہد کی مکھیاں چھتے سے اڑ جاتیں آپ چھتے سے ضرورت کے مطابق شہد لے لیتے تو مکھیاں پھر چھتے پر بیٹھ جاتیں

ایک مرتبہ آپ کہیں گئے ہوئے تھے ایک ہندو گڈریا بھیڑیں چراتا ہوا اس جگہ آ گیا اس نے کری میں شہد کا چھتہ دیکھا تو دھواں دے کر مکھیاں اڑا دیں اور جس ٹہنی پر چھتہ لگا ہوا تھا وہ کاٹ لی اتنے میں شاہ صاحب بھی تشریف لے آئے آپ نے اُسے منع کیا کہ شہد مت کھانا لیکن ہندو نے ان کی بات نہ مانی اور شہد کو کھانا چاہا لیکن شہد کی چھلی جونہی گڈریئے کے دانتوں سے لگی وہ پتھر کی شکل اختیار کر گئی اور اس پر دانتوں کے نشان بھی لگ گئے آج بھی وہ پتھر آپ کے مزار پر موجود ہے.

اس علاقے میں سب سے پہلے آپ کے ہاتھ پر ایک عورت مسلمان ہوئی گو کہ وہ خفیہ مسلمان ہوئی تھی لیکن کسی طرح سے ہندوؤں کو اس عورت کے مسلمان ہونے اور آپ سے عقیدت رکھنے کا پتہ چل گیا ہندوؤں نے منصوبہ بنایا کہ شاہ صاحب کو قتل کر دیا جائے. اس اکیلے پر چار طاقت ور آدمی مقرر کیے گئے رات کے وقت جب وہ آپ کے جھونپڑے میں آپ کو شہید کرنے کے ارادے سے داخل ہوئے تو یہ دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے کہ عنایت شاہ کے جسم کے اعضاء سارے جھونپڑے میں بکھرے ہوئے تھے وہ یہ دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے لیکن جب صبح ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ شاہ صاحب زندہ سلامت ہیں جن ہندوؤں نے آپ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا انہوں نے آپ کو زندہ دیکھا تو ان کی قسمت جاگ اٹھی وہ مسلمان ہو گئے پھر تو لوگوں میں ایسا اعتقاد بڑھا کہ ساری بستی مسلمان ہو گئی۔ جب آپ نے وفات پائی تو آپ کو اسی جگہ دفن کر دیا

گیا

حضرت عنایت شاہ صاحبؒ کا شجرہ یوں بیان کیا جاتا ہے

عنایت شاہ بن ہاشم شاہ بن حسن شاہ بن نبی شاہ بن سید بہادت شاہ بن شیخ فتح محمد بن شیخ مخدوم فریدالدین بن عبدالخالق بن عبدالجلیل بن ابوالفتح بن عالم الدین بن حامد شاہ بن محمد شاہ بن ابوالفتح بن شیخ عبداللہ بن معزالدین بن علاؤالدین بن زین العابدین بن سیدنا امام حسینؓ۔

عنایت شاہ بن ہاشم شاہ بن حسن شاہ بن عدم شاہ بن بھاون شاہ
بن عبدالجلیل شاہ بن فریدالدین شاہ بن عبدالجلیل شاہ بن ابوالفتح شاہ
بن علم الدین شاہ بن حامد شاہ بن محمد شاہ بن ابوالفتح شاہ بن
سید ... شاہ بن معزالدین شاہ بن علاؤالدین شاہ بن ابوالمعالی
شاہ بن علی لقیب شاہ بن عدنان شاہ بن احمد شمس الدین شاہ
بن نجم الدین شاہ بن شاہ جہان شاہ بن احمد شمس الدین شاہ
بن سید محمد شاہ بن سید طالب شاہ بن ابوالعلی شاہ بن یحییٰ
شاہ بن رضا شاہ بن احمد شاہ محدث بن سید عبدالرحمٰن الرحمٰن
... بن سید زید بن امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ
عنہ بن حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت علی
المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پیراں چھترؒ

فتح پور سے کروڑ روڈ پر جائیں تو تقریباً ایک کیلومیٹر کے فاصلے پر سڑک کے شمالی طرف ایک بستی پیر چھتر کے نام سے مشہور ہے تحصیل کروڑ، چہ بارہ، نواں کوٹ کی اکثر اقوام آپ کی مرید ہیں اور اس خاندان و سادات سے گہری محبت وعقیدت رکھتے ہیں

اس وقت بستی سید گامیا شاہ اور پیر فیض محمد شاہ گیلانی اپنے مریدین کی گہری دلی عقیدت و محبت کا محور ہیں پیر چھتر کسی ایک پیر کا نام نہیں بلکہ خاندان میں بہت سے صاحبِ کمال بزرگ گذرے ہیں

لفظ چھتر، چھاتہ سے ہے یہاں کہا جاتا ہے کہ جب پیر فیض محمد صاحب کے آباؤ اجداد اس جگہ تشریف لائے تو یہاں بہت بڑا گھنا درخت تھا اس بزرگ نے اس چھاتہ دار درخت کے نیچے ڈیرا لگایا اس لئے پیر چھتر مشہور ہو گئے ،

پیرانِ چھتر سید عبدالقادر کی اولاد سے ہیں ہندوستان میں آپ کے جدِ امجد حضرت سید شاہ حبیبؒ تشریف لائے سید شاہ حبیب کو سید عبدالقادر جیلانی نے حکم دیا کہ وہ ہندوستان میں جاکر بغداد کے نام سے ایک شہر بسائیں اور اسلام کی تعلیم و تبلیغ میں مصروف رہیں سید شاہ حبیبؒ ہندوستان تشریف لائے تو ضلع خانیوال میں دریا کے کنارے ایک جگہ پسند فرمائی اور وہیں ڈیرہ لگایا یہ جگہ بغداد شریف مشہور ہے یہاں حضرت شاہ حبیبؒ کا مزار ہے

بیان کیا جاتا ہے ایک مرتبہ حضرت شاہ حبیبؒ کو کسی بزرگ نے خواب

ہیں کہا کہ میری قبر کا نام و نشاں مٹ چکا ہے تمہارا فرض ہے میری قبر کا نشان دوبارہ قائم کر کے اس کی حفاظت کرو۔

سید شاہ حبیب نے اپنے بیٹے کو اس طرف بھیج دیا شاہ صاحب قوم ہپی تحصیل چوبارہ پہنچے تو رات ان کے ہاں گذاری رات کو کافی دیر سوچتے رہے کہ جب قبر کا نام و نشاں ہی نہیں ہے تو پھر کس طرح معلوم ہو سکتا ہے اسی سوچ و بچار میں نیند آ گئی تو بزرگ شخصیت نے فرمایا کہ یہاں گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اسی کے بھروسے سے چلتے رہو فلاں جگہ پہنچ کر اپنے گھوڑے کو گھما نا پھرانا جہاں تمہارے گھوڑے کے چاروں سم زمین میں دھنس جائیں وہیں مزار قائم کرنا۔

صبح صادق ہوئی اور شاہ صاحب اللہ کا نام لے کر چل پڑے قوم ہپی کے چند افراد بھی ساتھ تھے جب اس جگہ پہنچے جہاں آج کل مزار ہے تو گھوڑے کے چاروں سم زمین میں دھنس گئے آپ نے اس جگہ نشان قبر بنایا اور ساتھ ہی ایک چھاتہ دار درخت کے نیچے ڈیرہ لگا دیا چونکہ تھل ایک زمانہ میں آباد تھا یہاں بڑی بڑی بستیاں آباد تھیں اور آج جبکہ تھل کے ٹیلوں کو آباد کیا جا رہا ہے تو بہت سی جگہوں پر ٹیلوں کے نیچے سے قبرستان اور بستیوں کے آثار ملتے ہیں اس لئے قیاس کیا جاتا ہے کہ بستی پیر چھتر کسی دور میں آباد رہی ہو گی لیکن حوادث زمانہ کے ساتھ اس بستی کا نام و نشان مٹ گیا تبلیغ اسلام کے لئے آنے والے بزرگوں کے مدفن بھی ریت کے نیچے دب گئے لیکن جب حضرت پیر سید نور تاج عالمؒ نے یہاں ڈیرہ لگایا تو یہ علاقہ پھر سے آباد ہو گیا۔

ہر کجا چشمہ بود شیریں
مردم و مرغ و مور گرد آئیند

ترجمہ:۔ جہاں کہیں میٹھا چشمہ ہوتا ہے لوگ، پرند، اور چیونٹیاں وغیرہ اکٹھے ہو جاتے ہیں

اسی کے مصداق چشمۂ فیض جاری ہوا تو لوگ بھی حصولِ علم و عرفان کے لیئے پروانہ وار آنے لگے اور پھر ریگزارِ تھل کی ریت کا ذرہ ذرہ نورِ اسلام سے روشن ہو گیا

اس وقت سید پیر فیض محمد شاہ صاحب لوگوں کے دِل و نگاہ کا مرکز ہیں آپ کی دعا سے بہت سے لوگوں نے مختلف امراض سے شفا پائی۔

حضرت مولانا نور محمدؒ

مولانا نور محمد صاحب ایک درویش صفت بزرگ تھے علم ظاہری سے بہرہ ور تھے پہلے پہل مسجد قدیمی (مہرانوالی) محلہ چانڈیہ شہر لیّہ میں درس و تدریس کا فریضہ سرانجام دیتے تھے آپ درسِ حدیث، علمِ فقہ اور تفسیر القرآن کے عالم و فاضل تھے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم بستی لدھانہ میں حاصل کی مولانا زندہ علیؒ اس وقت کے مشہور عالم دین تھے آپ نے مولانا مولوی زندہ علیؒ سے حدیث، فقہ اور قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی

علومِ ظاہری حاصل کرنے کے بعد آپ علومِ باطنی کے حصول کے لیئے ولی کامل حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ آپ سے کمالِ محبت سے پیش آئے آپ ایک عرصہ تک خواجہ صاحب کی صحبتِ نیک سے فیض یاب ہوتے رہے اور جب مرشد سے خرقہ خلافت عنایت ہوا تو لیّہ شہر کی مسجد قدیمی میں متمکن ہو کر خلائق کی تدریس اور افادہ علوم میں مصروف ہوئے

آج کل جہاں گورنمنٹ گرلز ھائی سکول کی عمارت ہے یہاں ایک ہندو تلوک چند رہا کرتا تھا جو کہ دولت و جائیداد کے لحاظ سے علاقہ بھر میں ممتاز تھا ہندو مذہب کے پرچار کرانے میں ہر ممکن طریقہ سے ہندوؤں کو

مدد کرتا مسلمان اور دینِ اسلام سے بغض و عناد رکھتا تھا یہاں ایک مندر اور سرائے بھی بنا رکھی تھی۔ ایک رات مولانا نور محمدؒ کو خواب میں زیارتِ رسولِ مقبولؐ ہوئی حکم ملا کہ تلوک چند کے گھر کے سامنے جاکر ڈیرہ لگاؤ اور مسلمانوں میں اصلاحِ اعمال کی پوری طرح سے کوشش کرو۔

حضرت مولانا خواب سے بیدار ہوئے صبح ہونے کے بعد نند کور جگہ کے مالک کا پتہ کیا۔ اس زمین کا مالک احمد خان سیال تھا آپ احمد خان سیال کے پاس پہنچے اور زمین خریدنے کے لیئے بات چیت کی ہندوؤں کو جب یہ معلوم ہوا کہ مولانا نور محمدؒ زمین خرید کر یہاں مسجد بنانا چاہتے ہیں تو تلوک چند نے یہ زمین خریدنے کے لیئے احمد خان سیال کو کئی گنا زیادہ قیمت کہی احمد خان سیال یہ زمین مولانا نور محمدؒ کے ہاتھ فروخت کرنے کی بجائے تلوک چند کے ہاتھ بیچنے کو تیار ہو گیا

احمد خان سیال رات کو سویا ہوا تھا کہ اُسے خواب میں بشارت ہوئی کہ اگر یہ زمین مولانا نور محمد کے ہاتھ فروخت کرو گے تو جنت کے حقدار ہو گے اور اگر ہندوؤں کے ہاتھ بیچی تو جگہ کفر کا گڑھ بن جائے گا جس کا عذاب تمہاری گردن پر ہو گا احمد خان سیال بیدار ہوا تو اُسی لمحے رات کے وقت گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور زمین بلا قیمت آپ کی خدمت میں پیش کی لیکن آپ نے یہ زمین مفت لینے سے انکار کر دیا احمد خان سیال کو رائج الوقت قیمت ادا کر کے زمین خرید لی۔ یہاں آپ نے مسجد کی بنیاد رکھی جو کہ آج کل جامع مسجد کہلاتی ہے اپنی رہائش کے لیئے مکانات کی جگہ تجویز کی۔ مسجد اور مکانات کی تعمیر کیلئے پختہ اینٹوں کی ضرورت تھی لیکن اس وقت ایک ہندو نے بھٹہ

لگا رکھا تھا اینٹوں کی فراہمی کے لیئے اس سے بات کی مولانا نے کچھ تو رقم نقد ادا کر دی لیکن کچھ دنوں کے بعد جبکہ تعمیر کا کام جاری تھا بھٹہ سے اینٹیں آتی رہتی تھیں اسی دوران اینٹوں کی کافی رقم حضرت مولانا نور محمدؒ کے نام ادھار ہو گئیُ ہندو تو یہ چاہتے تھے کسی طرح یہ مسجد تعمیر نہ ہونے پائے بہت سے ہندوؤں نے مالک بھٹہ سے کہا، تم مولانا نور محمد کو اینٹیں دے رہے ہو یہ غریب آدمی ہے اس کے پاس رقم کہاں سے آئے گی جو تمہاری رقم ادا کرے گا۔

بھٹے کا مالک آپ کے پاس پہنچا اور رقم کا تقاضا کیا مولانا نور محمدؒ نے اسے کچھ دیر ٹھہرنے کو کہا۔ چند لمحوں کے بعد میانوالی سے ایک آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا مبلغ ایک ہزار روپے آپ کی نذر کیئے مولانا نے مالک بھٹہ کو بلایا اور اُس سے کہا، لالہ! تمہاری جتنی رقم بنتی ہے لے لو ہندو جو کہ یہ سوچ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا کہ چونکہ حضرت مولانا غریب آدمی ہیں اینٹوں کی رقم ادا نہ کر سکیں گے تو وہ اینٹوں کی فراہمی بند کر دے گا اس طرح مسجد کی تعمیر رُک جائے گی لیکن قدرت کی ذات پاک مسبب الاسباب ہے تائید ایزدی سے ہندوؤں کی یہ سازش بھی ناکام ہو گئیُ

مولانا نور محمدؒ جہاں ایک عالم دین اور ولی کامل تھے وہاں بلند پایہ کے ماہر نباض حکیم بھی تھے ایک دفعہ لیہّ کا ایک ہندو دہلی میں حکیم اجمل خان صاحب کی خدمت میں برائے علاج گیا حکیم اجمل صاحب نے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو؟

ہندو مریض نے جواب دیا، لیہّ سے۔

حکیم صاحب نے پوچھا لیہّ میں حکیم نور محمد صاحب رہتے تھے کیا وہ وفات پا چکے ہیں؟

ہندو نے جواب دیا، نہیں وہ تا حال زندہ ہیں۔

حکیم اجمل خان نے اس مریض کا علاج کرنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ جب تجھے گھر میں ہی ایک بلند درجہ کا حکیم میسّر ہے تو پھر یہاں آنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ نوجوان آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور علاج کرا کر شفایاب ہوا

رائے تلوک چند کے رشتہ دار امرتسر میں رہتے تھے نہایت دولتمند گھرانہ تھا اس خاندان کا ایک نوجوان مرض ٹی بی میں مبتلا تھا برطانیہ کے ڈاکٹروں نے بھی لاعلاج قرار دے دیا تھا رائے تلوک چند نے ان کو لیہ بلایا وہ لوگ امرتسر سے لیہ پہنچے مولانا حکیم نور محمد کی خدمت میں حاضر ہو کر مریض کو دکھایا آپ نے مریض کی نبض دیکھی ایک کاغذ پر چند ادویات دیسی لکھیں اور مریض کے لواحقین سے کہا کہ تین دن تک یہ نسخہ استعمال کریں پھر مریض آکر دکھائیں

بجائے اس کے کہ وہ بازار سے نسخہ کے مطابق ادویات خریدتے انہوں نے نسخہ والے کاغذ کو گھوٹ کر مریض کو پلانا شروع کر دیا قدرتِ خداوندی سے وہی مریض جو کہ بوجہ نقاہت و کمزوری اٹھنے بیٹھنے سے قاصر تھا تیسرے دِن خود بخود چل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے مریض کو دیکھ کر کہا کہ ”میں نے جو نسخہ پہلے لکھ کر دیا تھا ابھی وہی مزید بنوا کر جاری رکھا جائے“

مریض کے والد نے کہا ہم نے ادویات بازار سے خریدنے کی بجائے نسخے والے کاغذ کو گھوٹ کر مریض کو پلا دیا تھا۔

آپ نے ان سے فرمایا یہ تو خدا تعالیٰ کی ذات نے لاج رکھ لی ورنہ فقیروں کو اس طرح نہیں آزمایا جاتا۔

حضرت مولانا نور محمد کے علم و فضل کا شہرہ دور دور تک تھا لوگ دور دور کے سفر کر کے آپ کے درس میں شامل ہونے کے لئے آتے کسبِ فیض پاتے اور روحانیت کے اس درجے پر آپ کی توجہ سے چند دِنوں میں پہنچ جاتے

جہاں تک پہنچنے کے لیئے سال ہا سال محنت کرنا پڑتی تھی آپ نے درس و تدریس اور وعظ و نصیحت سے لاکھوں بھٹکے ہوئے مسلمانوں کو سنتِ نبوی کا سچا پیرو کار بنایا۔

آپ نے حضرت سخی شاہ حبیبؒ کے مزار پر چلہ کشی کی حضرت سخی شاہ حبیبؒ کے مزار سے آپ کو بہت فیض پہنچا آپ جب تک زندہ رہے مزار پر حاضری دیتے رہے بہت سے لوگ آج بھی سینہ بہ سینہ چلی ہوئی باتوں کو روایت کرتے ہیں کہ آپ ہر سال حج کے موقع پر دیکھے جاتے تھے بہت سے حاجیوں نے آپ کو مکہ شریف اور مدینہ مبارک میں دیکھا اور جب یہ لوگ حج سے واپس آتے اور آپ سے پوچھتے تو آپ ٹال جاتے تھے

آپ کے حلقۂ تدرس میں ایک بچہ محمد امین تعلیم حاصل کرتا تھا آپ اکثر بچوں کے ہاتھوں بازار سے سودے منگواتے تھے ایک دن آپ نے محمد امین کو لہر آنے دیئے اور بازار سے گھی لانے کو کہا اس وقت لہر آنے کا گھی تقریباً ایک سیر آتا تھا۔ آپ دوپہر کا کھانا نوش فرمانے کے لیئے گھر تشریف لے گئے تو آپ کی زوجہ محترمہ نے فرمایا آج تو آپ نے خاص مہربانی کی کہ پورے ۱۰ سیر گھی کا کُپا (چمڑے کا بنا ہوا برتن) منگوا دیا ہے لیکن آپ نے کہا کہ میں نے تو محمد امین کے ہاتھوں لہر آنے کا گھی منگوایا تھا آپ نے کھانا وہیں چھوڑ دیا باہر آکر محمد امین کو بلایا اس سے پوچھا تو محمد امین نے جواب دیا

استاد محترم! میں نے سوچا روز روز گھی منگوانے کی بجائے کیوں نہ ایک ہی دفعہ گھی گھر میں لا دوں۔ آ

آپ نے فوراً وہ گھی محمد امین کو دیا کہ وہ جہاں سے لایا ہے وہیں رکھ آئے آپ کا یہ شاگرد محمد امین قوم جنات سے تھا اور گھی کا کپا جھنگ سے اٹھا کر

لایا تھا

آپ کی تعلیم و تدریس سے ہزاروں افراد کو فائدہ پہنچا لیکن ذیل میں آپ سے مستفید ہونے والے ایسے علماء کا نام دیا جا رہا ہے جنہوں نے اپنے علم تعلیم و تبلیغ سے مزید ہزارہا لوگوں کو بہرہ ور کیا

۱۔ مولانا حکیم عبدالرحیم کلّیہ صاحب لیہ
۲۔ مولانا حکیم محمد اسلم صاحب کمالیہ
۳ مولانا غلام محمد صاحب پپلاں (میانوالی)
۴ سید غلام جعفر صاحب بھکر
۵ مولانا محمد عبداللہ صاحب پنڈی گھیب
۶ سید پیر نور شاہ صاحب پیر جگی لیہ
۷۔ مولانا حکیم عبدالرحیم صاحب لیہ
۸۔ مولانا حکیم غلام نبی صاحب لیہ

آپ تصوف کے رنگ میں شاعری بھی کرتے تھے نمونہ کلام درج ذیل ہے

سید محمد جعفر شاہ بخاری رح

قصبہ کوٹ سلطان سے مشرق کی طرف تقریباً ۵ میل کے فاصلے پر ایک قصبہ پیر جگی کے نام سے مشہور چلا آتا ہے یہاں حضرت سید پیر محمد جعفر شاہ رح کا مزار مرجع خلائق عام ہے یہاں نئے چاند کے پہلے اتوار کو مریدین و معتقدین زیارت اور تعویذات کے لیئے آتے ہیں گدی نشین سید پیر خورشید احمد شاہ صاحب ہیں جو کہ ایک عالم باعمل اور مبلغ دین اسلام ہیں تعریفِ رسولِ مقبول ص میں آپ کو ملکہ حاصل ہے

سید محمد جعفر شاہ رح ۱۱۹۳ ہجری میں شاہ جیونہ ضلع جھنگ سے لیّہ کے ریگستانی علاقہ میں تبلیغ اسلام کے لیئے تشریف لائے اس علاقے میں ایک ہندو زمیندار نے عیاشی اور بدکاری کا بازار گرم کر رکھا تھا مسلمان اس کے ظلم وستم کے خوف سے یہاں سے ہجرت کرتے جا رہے تھے سید محمد جعفر یہاں تشریف لائے تو مسلمانوں میں کچھ حوصلہ پیدا ہوا مسلمان آپ کے گرد جمع ہونے لگے آپ نے یہاں ایک مسجد بنائی نماز باجماعت کو قائم کیا آپ نے مسلمانوں میں احیائے سنت کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ ہندوؤں کو بھی دعوت اسلام دی جس کی حقانیت سے متاثر ہو کر ایک عورت "جگی" نے قبول اسلام کر لیا

آپ نے ہندو زمیندار کو بھی دعوتِ اسلام دی لیکن اس نے انکار کر دیا اور مسلمانوں کو اپنے ظلم وستم کا شکار کرنے کی تدبیریں کرنے لگا۔

ایک مرتبہ یہ ہندو زمیندار اپنے ساتھیوں کو مسلح کر کے سید محمد جعفر شاہ پر حملہ آور ہوا لیکن آپ نے اپنے مریدین کے ساتھ مل کر ڈٹ کر مقابلہ کیا ہندوؤں کو منہ کی کھانی پڑی اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے ہندوؤں کا آپ کے خلاف اور تو کوئی کوشش کامیاب نہ ہو سکی انہوں نے نو مسلم عورت "جگی" کو ایذائیں دینا شروع کر دیں اور اُسے کہا کہ وہ اسلام کو چھوڑ کر ہندو مت قبول کرے لیکن وہ کسی طور دین اسلام چھوڑنے پر تیار نہ ہوئی تو ہندو ظالم نے اس عورت کو قید کر لیا اور ہر لمحہ اُسے تکلیفیں پہنچاتا رہتا

ایک دن جگی موقع پا کر وہاں سے بھاگ نکلی ہندوؤں نے جب دیکھا کہ جگی بھاگ کر سید محمد جعفر شاہ کے حجروں کی طرف جا رہی ہے تو وہ پکڑنے کے لیئے جگی کے پیچھے ہو لیئے اس سے قبل کہ ہندو اس نو مسلم عورت کو پکڑ لیتے اس نے چلا کر شاہ صاحب سے امان مانگی آپ کے حکم سے زمین پھٹ گئی اور جگی نامی خاتون نے ہمیشہ کے لیئے ہندوؤں کے ظلم و ستم سے نجات پالی اس موقع پر سید محمد جعفر شاہ صاحب نے فرمایا کہ "قیامت تک پیر کے ساتھ اس بہادر خاتون جگی کا نام رہے گا کیونکہ اس نے ہر طرح کا ظلم و ستم تو برداشت کر لیا لیکن دینِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑا۔

ساداتِ پیر جگی کا شجرۂ نسب حضرت سید جلال الدین سہروردی اُوچ شریف سے ملتا ہے موجودہ سجادہ نشین سید خورشید احمد بخاری کا شجرۂ نسب درج ذیل ہے:

سید محمد خورشید احمد شاہ بن سید محمد غلام اکبر شاہ بن سید کریم حیدر شاہ بن سید نور محمد شاہ بن سید محبوب شاہ بن سید بڈھن شاہ بن سید چراغ شاہ بن سید محمد جعفر شاہ (پیر جگی) بن سید محمد شاہ بن سید محمد رضا شاہ بن سید فتح دریا بن سید نور شاہ بن سید چھٹہ شاہ بن سید اللہ دتہ شاہ بن سید حسین شاہ بن سید

میر شاہ بن سید فیض اللہ بن سید شریف شاہ بن سید کبیر شاہ بن سید فیض
اللہ شاہ بن سید اجمل شاہ بن سید کبیر شاہ بن سید چندوڈا شاہ بن سید وارث
شاہ بن سید فتح دریا بن سید محمود بن سید عبدالقادر بن سید فضل الدین بن
سید مخدوم جہانیاں جہاں گشت بن سید سلطان احمد کبیر بن سید جلال الدین شاہ
بخاری سہروردی اوچ شریف۔

سید غلام اکبر شاہ بخاری رح

سید غلام اکبر شاہ صاحب ۱۹۱۵ء میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم آپ نے
اپنے چچا محترم حضرت سید محمد نور شاہ صاحب سے حاصل کی۔ علم سلوک، ادب
تصوف اور اصول خود سید نور شاہ نے پڑھائے مزید تعلیم کے لیے والد محترم نے
آپ کو ملتان بھیج دیا جہاں آپ نے حضرت میاں محمد علیم صاحب کی خدمت عالیہ
میں رہ کر علم دین حاصل کیا

حصول تعلیم کے دوران آپ نے مسلسل اٹھارہ سال روزے رکھے آپ نے
اپنی تمام حیات طیبہ فقر اور شرع رسول کے اصولوں کے مطابق گذاری آپ نے
اپنی زندگی میں فقر، خلوت، سادگی، خاموشی اور ہمہ وقت عبادت خداوندی کو
مقدم رکھا آپ نے بادشاہی میں فقیری کو اپنایا عشق رسول میں ہمہ تن مستغرق
رہنا اور بلے ریا عبادت قدوس میں محو رہنا آپ کی اعلیٰ وصف مبارک تھی

سید غلام اکبر شاہ صاحب ایک ولی کامل بزرگ تھے آپ سے بہت سی کرامات
اور کشوف کا اظہار ہوا ایک مرتبہ آپ پیر جگی سے تولنہ شریف جا رہے تھے جب

دریا پر پہنچے تو کشتی والوں نے آپ کی سواری (اونٹنی) کو کشتی پر سوار کرنے سے انکار کر دیا کشتی ابھی چند قدم ہی چلی تھی کہ رُک گئی کشتی والوں نے جتنا زور لگایا لیکن کشتی آگے نہ جا سکی آخر کشتی واپس کنارے پر لائی گئی آپ کو اور آپ کی سواری کو کشتی میں سوار کیا تو خدا کے فضل و کرم سے کشتی دوسرے کنارے پہنچ گئی

ایک دفعہ ملتان جاتے ہوئے چاہ گرے والا پر آپ نے ایک کنویں کی کھدائی کا افتتاح اپنے مبارک ہاتھوں سے کیا اور دعا مانگی کہ جو مریض یہاں آکر غسل کرے گا مرض سے شفا پائے گا کنواں چالو ہوا تو جس مرض کا مریض کنویں کے پانی سے غسل کرتا اللہ تعالیٰ اُسے شفا کاملہ عطا فرماتے اس کنویں میں اتنی برکت ہوئی کہ وہاں روزانہ میلے کا سماں ہو تا کنویں کے مالکوں نے غسل کرنے والوں سے ٹیکس لینا شروع کر دیا جب سید غلام اکبر شاہ صاحب کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ چشمہ رحمت اور فیض کے لیئے کھولا تھا اگر لوگ اسے غلط رنگ دے رہے ہیں تو بند ہو جائے گا کچھ عرصہ بعد لوگوں کو فائدہ پہنچنا بند ہو گیا تو کنواں بھی سنسان ہو گیا

سید غلام اکبر شاہ سفید لباس پہننا زیادہ پسند فرماتے اور سر پر دستار یا رومال پہنتے تھے۔ آپ کا قد درمیانہ تھا آپ نہایت ہی خوش اخلاق حلیم الطبع اور خاموش مزاج تھے، کم خوردن، کم خفتن اور کم گفتن ولایت کا مقام ہے اور یہی آپ کی عادت تھی

آپ نے اپنی زندگی اتباع رسول ؐ کرنے اور کرانے میں گذاری ۱۸ دسمبر ۱۹۷۶ء میں جمعۃ المبارک کی شب کو اپنے خالق و مالکِ حقیقی سے جا ملے۔

حضرت نور احمدؒ

نور احمدؒ کا مرقد مبارک چک نمبر ۱۲۶/ٹی ڈی اے لیہ میں واقع ہے آپ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ آپ دو بھائی تھے اور ایک بہن تھی. یہ تینوں بہن بھائی خاندان تھند کے افراد تھے چونکہ اپنی برادری میں غریب تھے اس لئے برادری کے کسی بھی فرد نے نہ تو ان کو رشتہ دینا گوارا کیا اور نہ ہی ان کی بہن کا رشتہ لینا قبول کیا دونوں بھائی اپنی بہن کو لے کر آبائی بستی جھر انوالی چھوڑ کر بہاول پور چلے گئے اور کافی مدت تک سادات اوچ کی خدمت میں رہے۔

جب واپس گھر آئے تو بوڑھے ہو چکے تھے اور تینوں بہن بھائیوں نے سبز رنگ کے لمبے چغے پہن رکھے تھے دن رات عبادت میں معروف رہتے اور کسی سے نہ تو کوئی بات کرتے اور نہ کہیں آتے جاتے اکثر روزے سے رہتے جنگلی پھلوں ڈیلہ اور سنگری کھا کر گذر اوقات کرتے۔ اس بات کو تقریباً عرصہ دو سو سال بیان کیا جاتا ہے

تقریباً آج سے پندرہ بیس سال قبل کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار ہو کر قبرستان سے گذرنے لگا جب آپ کے مرقد کے پاس پہنچا تو گھوڑا ایک جگہ ساکت ہو کر کھڑا ہو گیا گھوڑا نہ آگے جاتا تھا نہ پیچھے شخص مذکور گھوڑے سے نیچے اترا۔ صاحب قبر کی طرف منہ کر کے معافی کا طلبگار ہوا اور آئندہ کے لیئے ایسی غلطی کرنے سے توبہ کی کہ جس سے اہلِ قبور کا تقدس پامال ہوتا ہو تب وہ آگے جا سکا۔

تینوں بہن بھائیوں کی قبریں ایک ہی چار دیواری کے اندر ہیں ۔

حضرت شاہ سرخہؒ

پیر عادل

شاہ سُرخہ کا مزار بھی بستی جمن شاہ میں ہے خدا نخواستہ اگر کسی انسان یا حیوان کو پاگل کتا کاٹ جائے تو اس دربار کی زیارت کرنے اور مجاور سے دم کرانے سے شفاء ہو جاتی ہے اور پاگل پن کے اثرات پیدا نہیں ہوتے۔ جب کسی فرد کو پاگل کتا کاٹتا ہے تو وہ فوراً دربار پر حاضر ہوتا ہے دربار پر ایک نلکا لگا ہوا ہے یہاں نہا کر کپڑے تبدیل کرتا ہے کپڑے جو پہلے پہنے وہیں چھوڑ دیتا ہے اور دم کرا کر واپس آجاتا ہے

شاہ سُرخہؒ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ جب سید غیاث الدین العروف پیر عادل اپنے لڑکے کی بارات لے کر یہاں سے گزرے تو بارات نے رات جمن شاہ کے علاقہ میں بسر کی۔ صبح کے وقت بارات تو روانہ ہو گئی لیکن ایک بچہ یہاں رہ گیا دو دن تک تو اس بچے نے کسی بستی کا رُخ نہ کیا لیکن بھوک سے نڈھال ایک بستی "کُنل" میں پہنچے آپ نے وہاں بستی والوں سے اُس وقت تک کھانا لینا قبول نہ کیا جب تک کہ وہ اس کے بدلے میں آپ سے مزدوری لینے پر تیار نہ ہوئے۔

شاہ سرخہ نے قوم کلاسرہ کی بھینسیں مزدوری پر چرانا شروع کر دیں ایک سال کی مزدوری یہ طے پائی کہ دو وقت کھانے کے ساتھ سال کے بعد بھینس کی ایک کٹی (بچھڑی) دی جائے گی آپ ایک سال تک ان کی

بھینسیں چراتے رہے لیکن سال بعد انہوں نے کٹی نہ دی بلکہ آپ کو وہاں سے بھگا دیا۔

اس کے بعد آپ نے قوم بھٹی کی بھینسیں چرانا شروع کر دیں یہاں بھی مزدوری دو وقت کا کھانا اور سال بعد ایک کٹی طے پائی سال گذرنے کے بھٹیوں نے آپ کو کٹی دے دی

ایک دن شاہ سُرخہؒ کھرپہ لے کر زمین کھود رہے تھے کہ حضرت حاجی عبدالوہاب بخاریؒ دین پناہ کا گذر ہوا دین پناہ نے پوچھا بیٹے! کیا کر رہے ہو؟ شاہ سُرخہ نے جواب دیا کہ قوم کلاسرہ کی بنیادیں کھود رہا ہوں۔ حضرت دین پناہ نے آپ کو اس کام سے روک دیا اور فرمایا کہ اُٹھو میرے ساتھ چلو شاہ سرخہ نے کٹی ساتھ لی اور دین پناہ کے ساتھ روانہ ہو گئے دریا کے کنارے پہنچے تو دین پناہ نے فرمایا اپنی کٹی کو دریا میں پھینک دو اور ایک طرف بھاگنا شروع کر دو جب تک پیچھے نہ دیکھو گے دریا سے بھینسیں ہی نکلتی رہیں گی جو کہ تمہاری ملکیت ہوں گی۔ شاہ سُرخہ نے ایسا ہی کیا کچھ فاصلے کے بعد آپ نے مڑ کر دیکھا تو بھینسوں کی ایک قطار پیچھے چلی آتی تھی، گنی تو ۶۰ بھینسیں تھیں۔ اب آپ ہر وقت بھینسیں چراتے رہتے۔ ونجھلی بجانے کا بھی بہت شوق تھا سید منظور حسین شاہ آف جمن شاہ کے پاس حضرت شاہ سرخہ کی ونجھلی اور ایک گدڑی آج بھی محفوظ ہے شاہ سرخہ کو باطنی فیض حضرت دین پناہ سے حاصل ہوا آپ سے اکثر و بیشتر خوارق عادات ظاہر ہوتی رہتی تھیں لوگ آپ سے دعا کرانے کے لئے جمع ہو جاتے لیکن آپ ایسے لوگوں سے بھاگتے تھے ایک دفعہ بہت سے لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے تو وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے اور جہاں آپ کی قبر ہے یہاں آ کر غائب ہو گئے۔ واللہ اعلم بالصواب ؁

سید کبیر احمد شاہ رح

حضرت سید کبیرؒ کا مزار مبارک محلہ شاہ لطیف میں واقع ہے آپ کی قبر پر ایک پختہ کمرہ بنا ہوا ہے یہ کمرہ اللہ وسایا چڑہویا کے گھر کے صحن میں واقع ہے مزار کے ساتھ جنڈ کا ایک درخت بھی موجود ہے روایت کی جاتی ہے کہ سید احمد کبیرؒ جنڈ کے اس درخت کے نیچے مصروفِ عبادت رہتے تھے آپ کے خاندانی حالات معلوم نہیں ہو سکے لیکن آپ کے مزار پر کرامات کا سلسلہ آج بھی جاری ہے

آپ کے مزار کے ساتھ جنڈ کا جو درخت واقع ہے اس درخت پر شہد کی مکھیاں کثرت سے چھتے بناتی تھیں مجاورین کو حکم تھا کہ یہاں سے جو شہد اتارا جائے وہ ضرورت مندوں کو بلا قیمت دیا جائے لہٰذا مدتوں یہ سلسلہ جاری رہا لیکن مسمّی اللہ وسایا نے لوگوں سے شہد کی قیمت وصول کرنی شروع کر دی تو مکھیوں نے یہاں شہد کے چھتے بنانے بند کر دیئے آخر اللہ وسایا مذکور نے دربار پر حاضر ہو کر معافی مانگی اور آئندہ کے لیئے شہد کی قیمت وصول کرنے سے توبہ کی اس کے بعد پھر سے شہد کی مکھیوں نے وہاں چھتے بنانے شروع کر دیئے۔

قیام پاکستان سے قبل مزار کے آس پاس کی جگہ سے متعلق ہندوؤں اور مسلمانوں میں جھگڑا ہو گیا۔ ہندو دعویٰ کرتے تھے کہ یہ جگہ ان کی ہے جبکہ

اس مکان کی ملکیت کے دعوے دار تھے اس زمانے میں مسلمان غربت سے دو چار تھے جبکہ طاقت ہندوؤں اور انگریزوں کے ہاتھ میں تھی جب مقدمہ عدالت میں پیش ہوا تو مسلمانوں کے پاس کوئی ایسا ثبوت نہ تھا کہ جس سے یہ جگہ ان کی ملکیت ظاہر ہوتی

رات کو بشارت ملی حکم ہوا کہ عدالت میں حاضر ہو کر عدالت سے گذارش کی جائے کہ وہ چل کر مزار کے ساتھ والے کمرے کا تالا کھلوا کر دیکھے اگر اس کمرے میں کنواں بمعہ بیل دکھائی دے تو یہ جگہ مسلمانوں کی ہے (دربار کے ساتھ ایک کمرہ مستقل بند رہتا تھا)

لہٰذا اللہ وسایا اور اللہ بخش نے دوسرے دن یہی بیان دے دیا ایک ہندو تحصیلدار بمع دوسرے عملہ کے دربار پر پہنچا بند مکان کا دروازہ کھلوایا تو کمرے کے اندر کنواں بمعہ بیل دکھائی دیئے جس کو بہت سے لوگوں نے دیکھا اور یوں فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہوا۔

حضرت استاذ العلماء حامد علی صاحب قدس سرہٗ

آپ حضرت محمد عبداللہ پیر بارو رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص تھے۔ اور حدود شریعت کی حفاظت اور آداب طریقت کی نگہداشت میں عالی مقام رکھتے تھے۔ علوم شریعت و طریقت کے عالم تھے۔ علم۔ نحو۔ فقہ۔ اصول۔ حدیث اور تدریس قرآن پاک میں مکمل دسترس رکھتے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں گانگا نزد رو میلا نوالی ضلع مظفر گڑھ میں پائی۔ آپ کے ماموں ایک خدا رسیدہ بزرگ، عالم باعمل اور حکیم حاذق تھے۔ فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں اپنے ماموں سے پڑھیں۔ اس کے بعد مزید تعلیم کیلئے جھنگ کی جامع محمدی شریف میں داخل ہو کر حضرت علامہ مفتی اعجاز رضوی الکاظمیؒ۔ حضرت قبلہ محدث اعظم سردار احمد صاحب لائلپوری حضرت مولانا محمد نافع صاحب ۔ حضرت مولانا عبد المصطفیٰ ازھری سے اکتساب علم کر کے سند فراغت حاصل کی۔ بعد از فراغت علوم ظاہری آپ نے جامع محمدی شریف جھنگ میں سلسلہ تدریس شروع کیا۔ کچھ عرصہ تک شیخ الاسلام حضرت علامہ قمر الدین سیالوی کے مدرسہ میں تشنگان علوم اسلامیہ کی پیاس بجھاتے رہے۔ ملتان کے مدرسہ انوار القرآن میں بھی تعلیم و تدریس سے منسلک رہے۔

۱۹۵۸ء میں حضرت قبلہ حافظ حسن علی صاحب چشتی گیلانی کی دعوت پر لیہ میں تشریف لائے۔ اور مدرسہ غوثیہ لیہ میں طالبان علم کیلئے تعلیم و تدریس شروع کی جہاں آپ سے سینکڑوں طلباء مستفید ہوئے۔

۱۹۶۰ء کے وسط میں آپ نے محلہ شیخانوالہ کے نزدیک چاہ پٹھان والا کی ایک چھوٹی سی مسجد میں جامعہ نعمانیہ رضویہ کی بنیاد رکھی جو کہ خدا کے فضل و کرم اور آپکی محنت شاقہ اور پُر اثر انداز تدریس کے باعث جلد ہی ضلع لیہ میں

تعلیماتِ اسلامیہ کیلئے مرکزیت اختیار کر گیا ۔ اس درس گاہ سے ہزار ہا مسلمانوں نے استفادہ کیا اور سینکڑوں طلبا را علما رکی صف میں شامل ہو کر تبلیغ اسلام میں مصروف ہو گئے ۔

آپ نے بچپن میں اپنے ماموں کی معیت میں حضرت حافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری کے دست حق پرست پر بیعت کی ۔ جامعہ نعمانیہ کی بنیاد کے بعد ایک رات خواب میں آپ کو حضور پُر نور محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت ہوئی ۔ حضور پُر نورؐ نے مولانا حامد علی صاحب کو دو تلواریں عنایت فرمائیں اور فرمایا ان تلواروں سے جہاد کرو آپ فرماتے ہیں ۔ میں نے وہ تلواریں آپؐ سے لے لیں اور جہاد پر روانہ ہو گیا ۔ جب جہاد سے واپس آیا تو دیکھا کہ وہ جگہ جہاں حضور اکرمؐ تشریف فرما تھے ۔ وہاں اب حضرت پیر محمد عبداللہ پیر بارو رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں ۔ اس واقعہ سے متأثر ہو کے آپ نے حضرت پیر بارو صاحب قدس سرہٗ سے بیعت ثانی فرمائی ۔ حضرت پیر بارو رحمۃ اللہ علیہ نے جلد ہی آپکو علوم روحانی و باطنی سے بہرہ ور فرما دیا ۔ خلافت عطا فرما کر ہر چہار سلسلہ میں بیعت کرنے اور اشاعت سلسلہ کی اجازت عطا فرما دی ۔

۱۹۶۳ء میں آپ سعادت حج مبارک سے سرفراز ہوئے ۔ علامہ مولانا اللہ بخش نیّر آپ کے ساتھ تھے ۔ آپ نے کامل ۳۰ سال تک قال اللہ اور قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی محفلیں برپا کئے رکھیں ہزار ہا بچوں کو تعلیمات قرآن و حدیث سے بہرہ مند فرمایا ۔ اس وقت آپ کے سینکڑوں شاگرد آج پاکستان کے طول و عرض میں مقام علمیت پر فائض ہو کر تعلیم و تبلیغ میں مصروف ہیں ۔ حضرت مولانا حامد علی صاحبؒ نے جولائی ۱۹۷۶ء میں وفات پائی ۔

حضرت کموں کامل رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا دربار شہر لیہ کے جنوبی طرف سٹیشن کورٹ کے مشرقی طرف واقع ہے۔
روایت کیجاتی ہے کہ حضرت کموں کامل اور حضرت شاہ اشرف بغدادی ہم دوران و
ہم زمان تھے۔ لیہ میں آپ کی آمد سے متعلق ریکارڈ بندوبست موضع لوہانچ ۱۹۰۷ء
صفحہ ۵۴۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کموں کامل جب لیہ تشریف لائے تو شہر
سے باہر ایک ویرانے میں ڈیرہ لگایا۔ ایک مسجد بنا کر مسلمان بچوں کو قرآن کی تعلیم
دینا شروع کی۔ اس کے بعد عمارات بنوائیں اور کنواں کھدوایا یہ جگہ چاہ کموں کامل
والا کہلایا۔ آپ خاندان قریشی سے تھے۔ دربار کے ساتھ آپکے خاندان کے
لوگ رہائش پذیر ہیں۔ جن کو حضرت کے حالات سے واقفیت نہیں ہے۔
ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت کموں کامل صاحب نہایت متقی زاہد اور
پرہیزگار بزرگ تھے۔ مسجد میں نماز کے وقت آذان ضرور دیتے لیکن بہت
کم نمازی ہوتے تھے۔ بارہا لوگوں نے دیکھا کہ نماز کے وقت مقتدیوں کی جماعت
سے مسجد بھر جاتی تھی۔ لیکن نماز ختم ہوتے ہی آپ کے پیچھے پڑھنے والے نمازی
غائب ہو جاتے تھے۔ آپ کی اولاد کے متعلق یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔
بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے چونکہ شادی نہیں کی تھی اسلئے اولاد بھی نہیں۔
لیکن ۱۹۷۸ء کی بندوبست رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صاحب اولاد تھے۔

بخش۔ محمد پسران گاماں قوم قریشی انصاری کا درج ذیل بیان ملاحظہ فرمائیں۔
عرصہ آٹھ پشت کا ہوا کہ مسمیٰ کموں کامل مورث ہم مالکان نے جو صاحب کشف تھا۔
رقبہ ویران دیکھ کر بلاقیمت قابض ہو گیا اور چاہ و عمارات بنوائیں اب ہم
مالکان قابض ہیں۔

حضرت محمدؒ راجن بخاری سہروردی عرف سدا بھاگ

سرزمین ہند و پاکستان میں حضرت سید جلال الدین سرخ بخاری سہروردی کے خاندان کا کردار اشاعت اسلام میں نمایاں ہے سید جلال الدین بخاری رحؒ جن کا مزار مبارک اُچ شریف میں ہے بخارا سے ملتان تشریف لائے۔ ملتان میں حضرت بہاء الدین زکریا سہروردی کی خدمت میں رہے۔ چھ سال اپنے پیر طریقت کی خدمت میں رہنے کے بعد خرقہ خلافت سے نوازے گئے اور آپ کو سلسلہ سہروردی کو آگے بڑھانے کی اجازت مل گئی ملتان سے اُچ شریف سکونت اختیار کی اور اشاعت اسلام میں نہایت ہی سرگرمی سے حصہ لیا۔ حضرت سید جلال الدین بخاری مسلک حنفی سہروردی سے والبتہ تھے۔ (۱)

سید محمدؒ راجن سدا بھاگ انہی بزرگ کی اولاد میں سے تھے سید محمد راجن کے والد گرامی شیخ حامد کبیر ثانی دربار حضرت جلال الدین بخاری کے سجادہ نشین تھے۔ اُن دنوں ملک میں انتشار افری کا سماں تھا۔ اُچ شریف پر کئی حملے ہوئے اور کئی بار لوٹا گیا۔ لہذا ۹۳۲ھ میں جب شاہ ارغون والی سندھ نے اُچ شریف پر حملہ کیا، شہر کا مال و اسباب لوٹ کر کشتیوں میں بھر کے گیا تو حضرت شیخ حامد کبیر ثانی رحؒ روز روز کے حملوں سے تنگ آ کر بمع اہل وعیال نقل مکانی کر کے عیسٰی خیل ضلع میانوالی میں سکونت پذیر ہو گئے۔ (۲)

سید راجن بھی اپنے والد محترم کے ساتھ عیسٰی خیل میں رہائش پذیر ہوئے
آپ کی شادی مبارک خان لنگاہ کی بیٹی سے ہوئی تھی جس سے آپ کا ایک
بیٹا سید زین العابدین تھا جس سے آپ کو بہت زیادہ پیار تھا
جب سید زین العابدین عالم جوانی میں وفات پاکر موجودہ قصبہ راجن شاہ
میں مدفون ہوئے تو حضرت محمد راجن رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے کے
جائے مدفون کو جائے مسکن بنایا۔ اُن دونوں یہاں جنگل تھا اور اس
جنگل میں ایک قوم بھلیم رہتی تھی یہ قوم مویشی پالتی اور لوٹ مار سے
زندگی کے گذر اوقات بسر کرتے۔ اور جب ان پر حملہ کیا جاتا ہے۔
تو جنگل میں چھپ کر جان بچاتے (۳)
سید محمد راجن شاہ نے اس قوم سے جنگ کر کے جنگل سے نکال
دیا۔ جنگل صاف کرا کر آبادی شروع کی۔ اپنے پیارے بیٹے سید
زین العابدین کا مزار تعمیر کرایا۔ رہائش کے لئے مکانات بنائے
اور ایک تعلیمی درس گاہ کی بنیاد رکھی۔ آپ کے مریدین اور معتقدین
نے بھی یہاں رہائش کی اور تھوڑے ہی عرصہ میں اچھی خاصی آبادی
ہوگئی۔
سید محمد راجن اپنے زمانے کے بہت بڑے ولی کامل، ذی علم، متقی
صاحب ذوق شوق اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ اوائل عمر میں
آپ نے اپنے دادا حضرت مخدوم سید کیمیا نظر بخاری سے اُوچ شریف
میں تعلیم حاصل کی۔ اپنی ذہانت، چرب لسانی اور وضاحت بیان
کی وجہ سے ممتاز علما اور اولیا میں شمار ہوتے تھے۔ آپ نے علاقہ
تھل میں جنگل تسگاتی کر کے جس علمی درس گاہ کی بنیاد رکھی تھی جلد ہی اس کا

شہرہ دور دور تک پہنچی۔ آپ کی تعلیم و تدریس سے ہزار ہا تشنگان علم کی سیرابی ہوئی۔ اور ہزار ہا لوگ۔ آپ کے خلوص، محبت، اخلاق سخاوت اور تعلیمات سے متاثر ہو کر اسلام لائے۔ سخاوت میں آپ کا ثانی نہ تھا۔ طالبانِ علم جو کہ دور دور سے آپ کے پاس آتے آپ ان کے رہائش و خوراک کے تمام اخراجات خود برداشت کرتے۔ سوالی کو کبھی در سے خالی نہ لوٹاتے آپ کو آپ کی سخاوت کی وجہ سے سدا بھاگ (ہمیشہ کا بخت) کہا جاتا ہے۔

جب حضرت سید محمد راجن شاہ کا خاندان اوچ شریف سے علیٰ خیل منتقل ہو گیا تو شیخ جلال الدین سرخ بخاری اور دوسرے بزرگوں کے مزارات کی سجادگی اور گدی نشینی بھی آپ کے خاندان سے چلی گئی۔ اور آپ کی عدم موجودگی میں سید رحمت اللہ شاہ چاندنہ چراغ نے تمام خانقاہوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ سید محمد راجن بخاری نے جب حالات پرسکون دیکھے اور آپ کے پاس مریدین کی جمعیت بھی کافی ہو گئی تو آبائی خانقاہوں کو دوبارہ حاصل کرنے کا پروگرام بنایا۔ اپنے پوتے سید حسن جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ کی سربراہی میں اپنے مریدین اور معتقدین کی ایک زبردست فوج تیار کی اور انہیں حکم دیا کہ اوچ شریف پہنچ کر سید رحمت اللہ شاہ چاندنہ چراغ سے تمام خانقاہیں چھین لو (۷) اور انہیں اوچ شریف سے نکال دو۔ سید حسن جہانیاں کافی جمعیت لے کر اوچ شریف پر حملہ آور ہوئے۔ سید رحمت اللہ شاہ نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا لیکن شیخ مخدوم حسن جہانیاں کو فتح ہوئی۔ سید رحمت اللہ شاہ اوچ شریف چھوڑ کر چلے گئے اور سید جلال الدین

سرخ بخاری کی سجادگی مخدوم حسن جہانیاں کے قبضے میں آگئی (تذکرہ شاہ رکن عالم)
مخدوم حسن جہانیاں تو غالباً اُچ شریف میں منتقل ہو گئے لیکن سید محمد راجن
نے اپنے بیٹے کی تربت چھوڑنا برداشت نہ کیا۔ اپنی نگرانی میں خانقاہ
تعمیر کرائی اور بعد از وفات اس مقبرے میں دفن ہوئے (۵) (۱۶)

حضرت سید محمد راجن نے علوم سند اولہ اپنے والد اور اپنے دادا
سے حاصل کیے۔ اپنے والد کی نگرانی میں مجاہدے کیے۔ آپ کا شمار اپنے
زمانے کے چوٹی کے علماء اور اولیاء کرام میں ہوتا تھا۔ آپ کے زہد و
تقویٰ اور بزرگی کی شہرت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ
جب آپ دہلی میں دربار مغلیہ پہنچے تو مخدوم الملک، عبداللہ لاہوری
جو کہ قاضی القضاۃ تھا آپ کی علمیت اور زہد و تقویٰ کی شہرت
سن کر جل اٹھا۔ اور آپ پر رافضیت کا الزام لگا کر بادشاہ
کو آپ سے بدظن کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ہمایوں نے آپ کے
استقبال کے لیے اپنے امراء اور بیٹے اکبر کو بھیجا اور دربار میں
آپ سے نہایت ادب کے ساتھ پیش آیا۔

حضرت سید محمد راجن بخاری کا خاندان سلسلہ سہروردی سے
منسلک رہا ہے۔ لیکن حضرت مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشت
سلسلہ چشتیہ اور سلسلہ قادریہ میں بھی خرقہ و خلافت کے حامل
تھے۔ حضرت محمد راجن بھی اپنے آباؤ اجداد کے سلسلہ اور مسلک کے
پیروکار تھے اور دین اسلام میں تفرقہ بازی پیدا کرنے والوں کے خلاف تھے
آپ کے مسلک سے متعلق بھی ابہام پیدا کیے جا رہے ہیں جیسا کہ
رسالہ نادرۃ الزمن میں کتاب مجالس المومنین کے حوالے سے آپ

آپ کے خاندان کا مسلک شیعہ بیان کیا گیا ہے ۔

مخدوم الملک عبداللہ لاہوری دربار ہمایوں اور دربار اکبری میں قاضی القضاہ کے عہدے پر فائق تھا ۔ یہ شخص چڑھتے سورج کا پجاری ۔ خوشامدی ۔ لالچی ۔ اور دولت کا حریص تھا ۔

ہر ممکنہ اور ناممکنہ طریقہ سے دولت سمیٹنے میں لگا رہتا تھا مخدوم الملک نے بظاہر تو ایک بہت بڑے عالم کا سوانگ رچا رکھا تھا لیکن حقیقت میں وہ رشوت ، ہیرا پھیری اور ناجائز ذرائع سے دولت جمع کرنے میں مصروف رہتا ۔ خود کو زکوٰۃ سے بچانے کے لئے وہ اپنی تمام دولت اپنی بیوی کے نام ہبہ کر دیتا تھا اور پھر دو تین ماہ کے بعد واپس لے لیتا تھا اور اس طرح خود کو صاحب نصاب ہونے سے بچا لیتا ۔ مخدوم الملک نے اپنے گھر کی حویلی میں بڑی بڑی قبریں بنا رکھی تھیں جنہیں وہ اپنے آباد اجداد کی قبریں بتاتا تھا ۔ لیکن جب شہنشاہ اکبر نے ان قبروں کو کھدوایا تو ان قبروں میں ہیرے ، جواہرات ، سونا چاندی جو کہ کروڑہا روپے کی جائیداد بنتی تھی برآمد ہوئے ۔

مخدوم الملک کو دربار ہمایوں و دربار اکبر میں بلند رتبہ حاصل تھا ۔ اور وہ ہر اس شخص کا دشمن بن جاتا تھا ۔ جس کے متعلق اُسے ذرا بھر بھی شبہ ہوتا کہ وہ شخص دربار میں رہ کر مخدوم الملک کا مرتبہ کم کرنے کا سبب بن سکتا ہے ۔ چونکہ سید محمد راجن ایک بلند مرتبہ عالم ۔ متقی ۔ اور زاہد بزرگ ولی اللہ تھے ۔ اس لیے مخدوم الملک

کو خدشہ تھا کہ سید محمد راجن کی دربار مغلیہ میں موجودگی سے اُس کی تمام بدکرداریوں کا پول کھل سکتا ہے۔ لہٰذا اُس نے جہاں آپ سید محمد راجن سے بادشاہ کو بدگمان کرنے کے لئے دوسرے کئی ہتھکنڈوں سے کام لیا ہوگا۔ وہاں اُس نے آپ پر رافضیت کا بھی الزام لگایا۔ (دربار اکبری)

رسالہ نادرۃ الزمن صفحہ نمبر ۵ پر مولانا وحید حیدر خان کتاب مجالس المومنین کے حوالے سے سید جلال الدین سرخپوش بخاری کے حالات میں لکھتے ہیں

"سید مذکور" (سید جلال سرخپوش) حالات کی ناسازگاری کی وجہ سے عراق سے کوچ فرما کر بخارا میں تشریف لائے اور جب بخارا میں بھی امن و سلامتی نظر نہیں آئی تو وہاں سے دار الحرب کابل ہجرت فرمائی لیکن کابل میں جن لوگوں سے واسطہ پڑا ان کے حالات بھی سابقہ جگہوں سے مختلف نہیں تھے لہٰذا وہاں پر بھی نہ ٹھہر سکے ان کی تنگ نظری اور تعصب کی وجہ سے ہجرت کر کے وارد ہندوستان ہوئے سو یہاں بھی لوگوں کے حالات وعقائد حنفی تھے لیکن بادل نخواستہ یہاں پر قیام کیا اور ازراہ تقیہ زندگی گزارنی شروع کی اور مدت مدید تک اپنے آباؤ اجداد کے مذہب کو چھپائے رکھا یہاں تک کہ نااہل قسم کے لوگوں کے ربط اور جہلاء کی مصاحبت کی وجہ سے آپ کی بعض اولاد اپنے آبائی مذہب (شیعہ) کو خیرباد کہہ بیٹھی۔

آگے چل کر اسی رسالہ میں سید محمد راجن کے حالات میں لکھتے ہیں

لیکن آپ (سید جلال سرخپوش بخاری) کی اولاد میں سے ایسے بزرگوار بھی گزرے ہیں کہ جنہوں نے اعلائے کلمۃ الحق اور اپنے آبائی مذہب (شیعہ) کی ترویج میں کارہائے نمایاں انجام دیئے جن میں سرفہرست اسم گرامی جناب السید راجو البخاری کا ہے

جنہوں نے ترک تقیہ کر کے کھلم کھلا تبلیغ فرمائی . . . .

سید قاضی نور اللہ نے اپنی کتاب مجالس المومنین میں سید محمد راجن کو اس لیئے شیعہ لکھا تھا کہ مخدوم الملک نے آپ پر شیعہ ہونے کا الزام لگایا تھا مخدوم الملک جس کا اصل نام عبداللہ تھا .

علامہ نور اللہ شوشتری نے سید محمد راجن کے حالات میں جو کچھ بھی لکھا ہے وہ حالات واقعات اور تاریخی و سوانحی کتب کے مطالعہ سے غلط ثابت ہوتا ہے کیونکہ سید جلال الدین بخاری سلسلہ سہروردی میں غوث العالمین حضرت غوث بہاء الدین زکریا ؒ سے بیعت تھے عرصہ چھ٦ سال تک ان کی خدمت میں رہ کر خرقہ خلافت حاصل کیا - (٦)

حضرت سید جلال الدین بخاری کی ملتان میں آمد سے متعلق نور احمد خان فریدی لکھتے ہیں ،، جن دنوں حضرت غوث العالمین ؒ (بہاء الدین زکریا) بخارا میں رہتے تھے ایک نجیب الطرفین سید حضرت علی ؒ کو آپ سے بڑی عقیدت ہو گئی - آپ کے ملتان آنے کے بعد بھی وہ ہمیشہ آپ کی تعریف میں رطب اللسان رہتے تھے ان کے نوجوان صاحبزادے سید جلال اپنے والد کی زبان سے بار بار تعریف سن کر حضرت غوث العالمین کے معتقد ہو گئے اور ارادات و عقیدت یہاں تک پہنچی کہ ایک مرتبہ والد بزرگوار سے اجازت لے کر ملتان کو چل پڑے اگرچہ وہ زمانہ بے حد تشویشناک تھا بخارا سے ملتان تک خون کی ندیاں بہہ رہی تھی اس کے باوجود آپ سچی تڑپ اور طلب صادق کی حفاظت میں بخیر و عافیت ملتان پہنچ گئے - (٧)

ملتان پہنچ کر حضرت بہاء الدین زکریا ؒ کی خدمت میں رہنے لگے علوم روحانی ؒ سے بہرہ ور ہو کر خرقہ خلافت پایا آپ ؒ نے اُچ شریف میں رہائش اختیار کر کے محلہ بخاریاں کی بنیاد رکھی حضرت جلال الدین بخاری مسلک حنفیہ کے نہایت سچے پیروکار

اور دین اسلام کے مبلغ تھے خاندان سید محمد راجن کے عقائد کیا تھے اس کے متعلق

حضرت مخدوم جلال الدین کی کتاب "الدر المنظوم" کا حوالہ پیش خدمت ہے

یعنی ہم رسول اللہ ﷺ کے کسی صحابی سے بیزاری کا اظہار نہیں کرتے

اور یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے درمیان اہلسنت والجماعت اور درمیان روافض کے،

کیونکہ وہ بیزار ہیں صحابہؓ سے سوائے علیؓ کے حالانکہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

کا واضح فرمان ہے کہ میرے صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے تم جس کی

اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ اور اگر انکار کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔

پس ہم سب صحابہؓ کو برابر واجب الاحترام جانتے ہیں لیکن شیعہ حضرات صرف

حضرت علیؓ سے باقی تمام صحابہؓ کے مقابلے میں زیادہ محبت رکھتے ہیں

اور یہ اعتقاد رافضیوں کے اعتقاد سے زیادہ قریب ہے (۸)

حضرت مخدوم الدر المنظوم میں صفحہ ۲۳۸ پر تحریر کرتے ہیں

وَاَفْضَلُ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبُوبَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ رضؓ ثُمَّ عُثْمَانُ رضؓ

ثُمَّ عَلِیٌّ رضؓ

ترجمہ: حضرت محمد ﷺ کے بعد حضرت ابوبکرؓ ان کے بعد حضرت عمرؓ ان کے بعد

حضرت عثمانؓ اور ان کے بعد حضرت علیؓ بالترتیب تمام لوگوں سے افضل ہیں

(جلال الدین)

حضرت مخدوم بخاری کا درج بالا اعتقاد مسلک شیعہ کے بالکل خلاف ہے

لہذا یہ کب ممکن ہو سکتا ہے کہ حضرت مخدوم جلال الدین تقیتاً مسلک شیعہ سے

وابستہ ہوں لیکن تعلیم و تبلیغ مسلک حنفی کی کرتے ہوں اگر آپ تقیتاً مسلک شیعہ

سے منسلک ہوتے تو مسلک حنفی کی نشر و اشاعت کرنے کی بجائے خاموشی

کو بہتر سمجھتے لہذا آپ کے خاندان سے متعلق یہ گمان کرنا کہ وہ مسلک شیعہ

کا پیروکار تھا۔ نا صرف خلاف حقیقت ہے بلکہ آپ جیسے عظیم ولی کامل کی

سیرت و کردار سے متعلق ابہام پیدا کرنے کی ایک دانستہ کوشش ہے "
حضرت سید جلال الدین بخاری سرخ پوش غوث العالمین حضرت بہاء الدین زکریاؒ
کے مرید تھے سلسلہ سہروردیہ آپ کے خاندان کے بزرگوں سے ہندوستان
کے چپے چپے میں پھیلا ۔ حضرت سید جلال الدین جلال جہانیاں جہاں گشت
نے حضرت ابوالفتح شاہ رکن عالم سے خرقہ خلافت پایا تھا ۔

کیا حضرت غوث العالمینؒ حضرت بہاء الدین زکریاؒ اور قطب الاقطاب شاہ رکن عالمؒ
جیسے عظیم اولیاء کرامؒ بھی اپنے مریدوں کے اصلی مسلک اور مذہبی عقائد سے
واقف نہ ہو سکے ؟ جن کے کشف و کرامات کی گواہی سرزمین پاکستان کا ایک ایک
ذرہ دے رہا ہے ۔ حضرت غوث بہاء الدین زکریاؒ کس مرتبہ کے بزرگ تھے ؟
حضرت محبوب الٰہی دہلویؒ آپ کے متعلق فرماتے ہیں "حضرت شیخ الاسلام
بہاء الدین زکریاؒ نے درویشی کے ستر ہزار علوم طے کر لیئے تھے اور ان پر اپنے
عمل کو حدِ کمال تک پہنچا دیا تھا ۔ انہیں اتنی روحانی قوت حاصل ہو چکی تھی ، اگر
آسمان کی طرف نظر اٹھاتے ۔ عظمتِ عظیم بے حجاب مشاہدہ کرتے اور
اگر زمین پر نظر کرتے تو تحت الثریٰ تک کی چیزیں دکھائی دینے لگتیں (۹)
لہٰذا جن بزرگوں کا تصوف کی دنیا میں یہ مقام ہو وہ اپنے زیر تربیت مریدین
کی دلی کیفیات تک رسائی نہ رکھتے ہوں اور انھیں خرقہ ہائے خلافت عنایت
فرما کر سلسلہ کو آگے چلانے کی اجازت مرحمت فرما دیں ؟ یہ کبھی بھی ممکن
نہیں ہو سکتا ۔

اِن تمام حالات و واقعات اور تاریخی حقائق کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ بات
تسلیم کرنا پڑتی ہے کہ نہ تو حضرت سید محمد راجن بخاری مسلک شیعہ سے منسلک
رہے ہیں اور یہ نہ آپ کے آباؤ اجداد کا مسلک کبھی شیعہ رہا ہے اور نہ انہوں

نے کبھی تقیہ کی حالت میں زندگی گزاری
عام طور پر روایت کی جاتی ہے کہ سیّد محمد راجن نے اپنے حالات و ملفوظات پر ایک کتاب قلمی تحریر کی تھی جو کہ بعد میں اس لیے دانستہ چھپائی گئی اس سے آپ کے عقائد اور مسلک حنفی کی وضاحت ہوتی تھی۔

آپ کے مزار مبارک پر ایسی منقش اور لکھی ہوئی سلیں لگی ہوئی تھیں جن سے آپ کے عقائد حنفیہ کی توثیق ہوئی تھی۔ لیکن بیان کیا جاتا ہے کہ یہ اینٹیں اکھاڑ کر کسی جگہ دفن کر دی گئی تھیں۔ (۱۰)
حضرت سیّد راجن بخاری کے آباؤ اجداد نہایت دیندار، باعمل مسلمان اور مسلک حنفی کے سچے پیروکار تھے آپ کی اولاد امجاد بھی بعد میں بیس [۲۰] پشتوں تک مسلک حنفی سے منسلک رہی لیکن مخدوم نوبہار ثالث کے دور سجادہ نشینی میں یہ خانوادہ مسلک اہل سنت والجماعت کی آغوش سے نکل کر مسلک اہل تشیع سے مربوط ہو گیا، مسلک کی اس تبدیلی پر
مولانا نور احمد خان فریدی کا قلم ان الفاظ میں نوحہ خوانی کرتا ہے :۔
مخدوم حامد نوبہار ثالث اپنے والد ماجد مخدوم ناصر الدین رابع کے بعد سجادہ نشین ہوتے ہیں جنہوں نے قبلہ عالم خواجہ نور محمد صاحب مہاروی سے بیعت کی اور ایک ہزار بیگہ جاگیر جھاین والی بھی اپنے پیر کی نذر کی جو آج تک مہاروی صاحبزادگان کے قبضے میں چلی آتی ہے اس طرح اس آستانے کا تعلق حضرات چشت اہل سنت سے مربوط رہتا۔ تو کچھ کوئی بات نہ تھی۔ کیونکہ ان خانوادوں نے ہمیشہ یک جہتی سے خلق خدا میں اصلاح نفس کا کام کیا ہے۔
خود حضرت مخدوم جہانیاں بھی چشتی سہروردی تھے لیکن افسوس ہے کہ

روحانیت کا یہ بہت بڑا مرکز نہ صرف ان خالوزادوں سے چھن گیا۔
بلکہ اہلسنت والجماعت کی آغوشِ شفقت سے بھی نکل گیا۔ —

اِنا للہ و اِنا اِلیہ راجعون

آپ کے خاندان نے مسلکِ شیعہ کا کب پیروکار بنا وہ درج ذیل شجرہ سے
ظاہر ہوتا ہے! ۔

سید جلال الدین سرخ بخاری سہروردی
سید احمد کبیر بخاری
جلال الدین حسین جہانیاں جہانگشت
سید ناصر الدین محمود بخاری
سید حامد کبیر احمد
سید رکن الدین بخاری
مخدوم سید کیمیا نظر بخاری
سید حامد کبیر ثانی
مخدوم سید محمد راجن بخاری عرف سدا بھاگ — مزار لیہ
سید زین العابدین — مزار ایہ
سید حسن جہانیاں — اچ شریف
سید محمود ناصر الدین ثانی
سید نو بہار

سید غلام علی سبز امام | مخدوم راجن | حسن جہانیاں ثانی | مخدوم نور الدین ثالث

دربار حضرت حافظ حسن علی گیلانی رحمتہ اللہ علیہ

اولیان لیّہ

الفت بھری زبان تھے یہ اولیان لیّہ
غیروں پہ امتحاں تھے یہ اولیانِ لیّہ

کہنے کو ایک علیسنؒ پڑھنے کو شاہ حبیبؒ
سوچو تو کارواں تھے یہ اولیان لیّہ

شاہ حاجیؒ، شیخ جلورؒ، صاحب سواگ والے
حق سچ کے پاسباں تھے یہ اولیان لیّہ

ان کو نہ حکمراں سے نہ شہنشاہ سے ڈر تھا
آقا کے تسبیح خواں تھے یہ اولیان لیّہ

لیہ کے اولیائے سے دنیا نے فیض پایا
مخلص تھے، مہربان تھے، یہ اولیان لیّہ

مل جائے ان کے در کی یامین کو غلامی
ہر دل پہ حکمران تھے یہ اولیان لیّہ

یامین بلوچ ملغانی